احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کیلئے

خصوصی اشاعت

پیر 17 مارچ 2008ء

روزنامہ

الفضل

C.P.L 29-FD ٹیلی فون نمبر 047-6213029

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

Web: http://www.alfazl.org
Email: editor@alfazl.org

پیر 17 مارچ 2008ء 8 ربیع الاول 1429 ہجری 17 امان 1387 ہش جلد 58-93 نمبر 62

خوشخبری ہو

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا اور جس کیلئے اس کا گھر وسیع ہوگیا اور جو اپنی خطاؤں پر خدا کے حضور روتا رہتا ہے۔

(معجم الاوسط طبرانی جلد3 صفحہ :21)

سیدنا حضرت مسیح موعود کی پُرمعارف تحریرات کی روشنی میں

بیعت کی حقیقت، غرض وغایت، تقاضے اور برکات

بیعت کے معنے اور اس کے تقاضے

بیعت ...... کے معنے اصل میں اپنے تئیں بیچ دینا ہے اس کی برکات اور تاثیرات اسی شرط سے وابستہ ہیں ...... بیعت کنندہ کو اول انکساری اور عجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے تب وہ نشوونما کے قابل ہوتا ہے لیکن جو بیعت کے ساتھ نفسانیت بھی رکھتا ہے اسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔

(ملفوظات جلد3 ص455)

بیعت ...... کشتی ہے جو انسانوں کی جان اور ایمان بچانے کے لئے ہے لیکن بیعت سے مراد وہ بیعت نہیں جو صرف زبان سے ہوتی ہے اور دل اس سے غافل بلکہ روگردان ہے۔ بیعت کے معنے بیچ دینے کے ہیں پس جو شخص درحقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 ص 114,113)

بعض لوگ کہتے ہیں ہم پر فلاں فلاں آفت آئی حالانکہ ہم نے بیعت کی تھی مگر ہم نے بار بار جماعت کو کہا ہے کہ نری بیعت اور صرف زبان سے ماننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

(ملفوظات جلد2 ص582)

بیعت ...... کا زبان سے کہہ دینا اور اقرار کر لینا تو بہت ہی آسان ہے مگر اس اقرار بیعت کا نبھانا اور اس پر عمل کرنا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ نفس اور شیطان انسان کو دین سے لاپرواہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں ...... اس لئے یہ بہت ہی ضروری امر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہے تو جہاں تک کوشش ہو سکے ساری ہمت اور توجہ سے اس اقرار کو نبھانا چاہئے اور گناہوں سے بچنے کے لئے کوشش کرتے رہو ...... یاد رکھو نری بیعت سے کچھ نہیں ہوتا ...... بیعت کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کی کوشش کرو یعنی تقویٰ اختیار کرو قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو اور اس پر تدبر کرو اور پھر عمل کرو ...... اللہ تعالیٰ نرے اقوال اور باتوں سے خوش نہیں ہوتا ...... اس کے احکام کی پیروی کی جاوے اور اس کے نواہی سے بچتے رہو"۔

(ملفوظات جلد نمبر3 ص 615,606)

بیعت کی حقیقت اور غرض وغایت

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول ﷺ کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔

(آسمانی فیصلہ۔ روحانی خزائن جلد4 ص 351)

مجھ سے اس غرض سے بیعت کرو کہ تا تمہیں مجھ سے روحانی تعلق پیدا ہو اور میرے درخت وجود کی ایک شاخ بن جاؤ اور بیعت کے عہد پر موت کے وقت تک قائم رہو۔

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد15 ص 525)

بیعت کی اصل غرض اور غایت کو نہ سمجھا یا پرواہ نہ کی تو اس کی بیعت بے فائدہ ہے ...... دیکھو مولوی عبداللطیف صاحب شہید اسی بیعت کی وجہ سے پتھروں سے مارے گئے ...... مگر وہ ...... ثابت قدم رہ کر ایک نہایت عمدہ زندہ نمونہ اپنے کامل ایمان کا چھوڑ گئے ...... یہ ہے بیعت کی حقیقت اور غرض وغایت۔

(ملفوظات جلد نمبر5 ص 457)

بیعت اور توبہ

بیعت دراصل توبہ ہوتی ہے اور بیعت کے دو جز ہیں اول پچھلے گناہوں سے معافی مانگتے ہیں دوم بیعت میں آئندہ گناہوں سے بچنے کے لئے وعدہ کیا جاتا ہے ...... بیعت کی بنیاد یہی ہے کہ سچی توبہ ہو اور گناہ چھوٹ جاویں اگر یہ نہ ہو تو بیعت خود گناہ ہوگی ...... توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گناہ سے کلی طور پر بیزار ہو کر خدا کی طرف رجوع کرے اور سچے طور پر یہ عہد ہو کہ موت تک پھر گناہ نہ کروں گا۔

(ملفوظات جلد3 ص 174,173)

بیعت میں جاننا چاہئے کہ کیا فائدہ ہے اور کیوں اس کی ضرورت ہے ...... بیعت میں عظیم الشان بات توبہ ہے جس کے معنے رجوع کے ہیں توبہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کر لیا ہے گویا کہ گناہ میں اس نے بود و باش مقرر کر لی ہوئی ہے اس وطن کو چھوڑنا ہے اور رجوع کے معنے پاکیزگی کو اختیار کرنا ...... یعنی اس (سابقہ) وطن میں کبھی نہیں آتا اس کا نام توبہ ہے ......

(ملفوظات جلد1 ص2)

بیعت اور پاک عملی تبدیلی

یاد رکھو کہ بیعت کے بعد تبدیلی کرنی ضروری ہوتی ہے اگر بیعت کے بعد اپنی حالت میں تبدیلی نہ کی جاوے تو پھر یہ استخفاف ہے۔ بیعت بازیچہ اطفال نہیں ہے۔ درحقیقت وہی بیعت کرتا ہے جس کی پہلی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد2 ص 257)

جو سچا اقرار کرتا ہے اس کے بڑے بڑے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اس کو ایک نئی زندگی ملتی ہے۔

(ملفوظات جلد3 ص65)

☆......☆......☆......☆......☆......☆

مشعل راہ

بیعت کی دسویں شرط مسیح موعود سے بے مثال محبت ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ 19 ستمبر 2003ء میں فرماتے ہیں:۔

اس شرط بیعت میں جودسویں شرط چل رہی ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنے سے اس قدر تعلق جس کی مثال کسی دنیاوی رشتے میں نہ ملتی ہو پراس قدر زور دیا ہے۔جس کی وجہ بھی صرف اور صرف ہماری ہمدردی ہے۔ہمیں تباہ ہونے سے بچانے کے لئے آپ نے فرمایا ہے کیونکہ سچا..........صرف اور صرف آپ کو ماننے سے مل سکتا ہے اور اپنے آپ کو ڈوبنے سے بچانا ہے تو لازماً ہمیں حضرت مسیح موعود کی کشتی میں سوار ہونا ہوگا۔

..........پھر آپ فرماتے ہیں:

’’غرض اس بیعت سے جو میرے ہاتھ پر کی جاتی ہے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور انسان خداتعالیٰ کے وعدہ کے موافق مغفرت کا مستحق ہوتا ہے۔دوسرے مامور کے سامنے توبہ کرنے سے طاقت ملتی ہے اور انسان شیطانی حملوں سے بچ جاتا ہے۔یاد رکھو کہ اس سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو بلکہ خداتعالیٰ کی رضا مقصود ہو کیونکہ دنیا تو گزرنے کی جگہ ہے وہ تو کسی نہ کسی رنگ میں گزر جائے گی۔

؎ شب تنور گذشت وشب سمور گذشت

دنیا اور اس کے اغراض اور مقاصد کو بالکل الگ رکھو۔ان کو دین کے ساتھ ہرگز نہ ملاؤ کیونکہ دنیا فنا ہونے والی چیز ہے اور دین اور اس کے ثمرات باقی رہنے والے۔

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 145)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خداتعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کرسکتا تاکہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔مجھے کون پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں۔اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔دنیا مجھے قبول نہیں کرسکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں۔جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خداتعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں۔مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خداتعالیٰ نفس مزکی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔تب وہ اس کے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھ دیتا ہے تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اس میں کبھی آگ نہیں تھی۔تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ خداتعالیٰ کی روح اس میں سکونت کرتی ہے اور ایک تجلی خاص کے ساتھ رب العالمین کا استویٰ اس کے دل پر ہوتا ہے‘‘ (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے دل پر اپنا عکس قائم کرتا ہے) ’’تب پرانی انسانیت اس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اس کو عطا کی جاتی ہے اور خداتعالیٰ بھی ایک نیا خدا ہو کر نئے اور خاص طور پر اس سے تعلق پکڑتا ہے اور بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اسی عالم میں اس کو مل جاتا ہے۔‘‘

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34-35)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت اقدس مسیح موعود کے کئے ہوئے تمام عہدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی تمام شرائط بیعت پر ہم مضبوطی سے قائم رہیں، آپ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنی زندگی کو بھی جنت نظیر بنا دیں اور اگلے جہان کی جنتوں کے بھی وارث ٹھہریں۔اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔آمین

(روزنامہ الفضل 20 جنوری 2004ء)

احمدیت کیا ہے

مرضیٔ دوست پہ سو جاں سے فدا ہو جانا
جیتے جی راہِ محبت میں فنا ہو جانا
مذہب عشق میں کہتے ہیں اسے احدیت
ہمہ تن بندہ تسلیم و رضا ہو جانا
تیر و خنجر کی نہ تلوار کی حاجت ہے اسے
خود کماں ہونا تو خود تیر دعا ہو جانا
کھیلنا موجوں سے طوفاں پہ تبسم کرنا
پھنسنا گرداب میں خود اور رہا ہو جانا
ڈوبنا سیکھنا کشتی سے کنارہ کرنا
قعر دریا میں دُر آب بقا ہو جانا
اس کی فطرت میں ہے مخلوق خدا کی خدمت
حرز جاں بچوں کا پیروں کا عصا ہو جانا
کور چشموں کیلئے کحل جواہر بن کر
دینا بینائی انہیں نور و ضیا ہو جانا
اور شب تار میں گمراہ مسافر کے لئے
راہ دکھلاتے ہوئے شمع ہدیٰ ہو جانا
دیکھو اعجاز غلامان مسیحائے زماں
بن کے بیمار خود اوروں کی دوا ہو جانا
دین کو دنیا پہ ہر آن مقدم رکھنا
جانتے ہیں یہی پابند وفا ہو جانا
احمدیت کا یہی عطر و خلاصہ ہے خلیلؔ
یعنی حق ماننا، ناحق سے جدا ہو جانا

خلیل۔حکیم خلیل احمد مونگھیری

پبلشر و پرنٹر طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ مطبع ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت -/4 روپے

حضرت مسیح موعود اور آپ کے ماننے والوں کیلئے حفاظت کا خدائی وعدہ

جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ حضرت مسیح موعود

محترم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب

اللہ تعالیٰ کے مامورین جب دنیا میں آتے ہیں تو اُن کے آنے کی واحد اور عظیم الشان غرض یہ ہوتی ہے کہ مخلوق کا تعلق پھر خالق کے ساتھ قائم ہوجائے اور وہ خدائے قادر و قیوم کے روشن چہرہ اور اس کی روشن تجلیات کو دیکھ کر پھر اس کی توحید پر ایمان لے آئیں۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے مامورین کو جو ذرائع اور وسائل عطا فرماتا ہے ان میں سے ایک بہت بڑا ذریعہ تبشیر یا انذار کے حامل آسمانی نشانات ہوتے ہیں۔

ہمارے اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو اسی غرض کے ماتحت اس دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ کو بھی اپنی قدرت کاملہ سے ایسے نشانات سے نوازا جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی، اس کی حقانیت اور خود حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے اور مومنوں کے یقین اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان اَن گنت نشانات میں سے ایک عظیم الشان نشان حضرت مسیح پاک کے اُس الہام کا پورا ہونا ہے جو آج کا موضوع ہے یعنی اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ اس الہام کا اُردو ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً مَیں الدّار یعنی تیرے گھر کے اندر رہنے والے ہر فرد کی حفاظت کروں گا۔

اَلدَّار کی تشریح

اَلدَّار سے مراد حضرت مسیح موعود کا گھر ہے لیکن جیسا کہ خود حضور نے اس کی تشریح فرمائی ہے اس سے مراد صرف اینٹ اور گارے کا گھر نہیں بلکہ حضور کا رُوحانی گھر بھی مراد ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

”اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں“۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 10)

گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح پاک کے اینٹ گارے کے گھر میں رہنے والوں کے علاوہ اس گروہ کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا جو حضور کے ساتھ اخلاص ،محبت اور فدائیت کا تعلق رکھتے ہیں اور جن کا ذکر حضور نے خود ان پیارے الفاظ میں فرمایا ہے:۔

”اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کررہے ہو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ مَیں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے“۔

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم الشان وعدہ کس انداز سے پورا ہوا۔ اس الہام کا ”تذکرہ“ میں کم وبیش پندرہ سولہ دفعہ ذکر آیا ہے۔

ان تمام الہامات پر جب یکجائی نظر ڈالی جائے اور ان کے نزول کی تاریخ اور ہر مرتبہ کے الہام کے سیاق وسباق کو ملحوظ رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ **اس عظیم الشان الہام کے اندر جس خدائی حفاظت کا وعدہ ہے اس کا تعلق صرف کسی خاص ایک موقع کے ساتھ ہی نہیں ہے بلکہ یہ الہام اور یہ خدائی وعدہ ماضی میں بھی متعدد مواقع پر مختلف رنگوں میں ان تفصیلات کے مطابق جو الہامات میں ہمیں نظر آتی ہیں پورا ہوا اور پھر مستقبل کے ساتھ بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔** اور آئندہ بھی ہم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود کے پاک گھر میں رہنے کی توفیق دے گا وہ اس خدائی حفاظت کے سایہ میں محفوظ رہیں گے۔

یہ الہام سب سے پہلے 28/اپریل 1902ء کو ہوا اور آخری بار 29/اپریل 1908ء کو۔ درمیانی زمانہ میں یہ الہام متعدد بار ہوا۔ سلسلہ الہام کے تکرار میں خدا تعالیٰ کی مخفی در مخفی حکمتیں ہوتی ہیں اور بعض اوقات تاکید، تائید اور تسلّی کے علاوہ نئے حالات سے متعلق نئی خبریں بھی ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے اس الہام کے تکرار میں بھی یہی حکمت ہے۔

طاعون سے حفاظت

اس الہام کے پورا ہونے کا اور نہایت شاندار طور پر پورا ہونے کا سب سے پہلا ظہور اس وقت ہوا جب ملک میں نہایت خطرناک طور پر طاعون پھیلی اور لاکھوں لوگ اس کا شکار ہوگئے لیکن حضرت مسیح موعود کے اس الہام کے مطابق تمام وہ لوگ جو آپ کے جسمانی اور روحانی گھر میں مقیم تھے غیر معمولی طور پر اور غیر معمولی حالات میں محفوظ رکھے گئے اور یہی طاعون ان کے لئے گویا رحمت کا نشان اور ترقی کا ذریعہ بن گئی۔

اس نشان کی کسی قدر تفصیل یہ ہے کہ جب شروع شروع میں طاعون کا مرض بمبئی میں ظاہر ہوا اور ابھی پنجاب میں نہیں آیا تھا تو 1898ء میں حضرت مسیح موعود نے ایک رؤیا دیکھی کہ فرشتے سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور جب آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسے پودے ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو اب اس ملک یعنی پنجاب میں پھیلنے والی ہے۔ اور آپ کو بتایا گیا کہ اس مرض کے پھیلنے کا باعث لوگوں کی بے دینی اور خراب حالتِ ایمانی ہے۔ چنانچہ اس کے جلد بعد ہی یہ مرض پنجاب میں بھی آگیا اور گو شروع میں اس کا حملہ زیادہ سخت نہیں تھا مگر آہستہ آہستہ اس کی شدت بڑھتی گئی حتی کہ 1902ء میں آکر اس نے بہت زور پکڑ لیا۔ انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ الہام فرمایا کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار۔ اور آپ پر یہ ظاہر فرمایا کہ یہ طاعون آپ کے لئے ایک خدائی نشان ہے اور اس کے ذریعہ آپ کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں اللہ تعالیٰ ایک امتیاز پیدا کردے گا۔

حضور نے فرمایا کہ حکومت نے خیر خواہی سے اور رفاہ عام کی خاطر ٹیکہ ایجاد کیا ہے لیکن مَیں اپنے متبعین کو کہتا ہوں کہ وہ ٹیکے کا استعمال نہ کریں کیونکہ:

”خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے۔ سو اُس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تُو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہوجائے گا، وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کرکے دکھلاوے۔ لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے۔ اس کے لئے مت دلگیر ہو۔...... اور اس نے مجھے مخاطب کرکے یہ بھی فرما دیا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتّوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہوجائیں اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں، مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو اُن پر طاعون وارد ہوسکتی ہے۔ مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً ومقابلۃً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں“۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 2)

غور سے دیکھیں تو حضرت مسیح موعود کی یہ پیشگوئی بھی اپنے اندر متعدد دعاوی رکھتی ہے۔ مثلاً یہ کہ:۔

حضور کے گھر کے اندر رہنے والوں کو طاعون سے بچایا جائے گا۔

جو شخص بھی سچے دل سے حضور کی پیروی کرنے والا ہوگا خواہ کسی مکان اور کسی شہر اور کسی ماحول میں رہتا ہو حضور کے گھر میں ہی سمجھا جائے گا اور طاعون سے بچایا جائے گا۔

قادیان میں طاعون جارف نہیں پڑے گی۔

جماعت کے لوگ خواہ وہ کتنے ہی ہوں، مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔

وہ لوگ جو اپنے عہد پر قائم نہیں رہے یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو ان پر طاعون وارد ہوسکتی ہے۔

ان تفصیلات کے ساتھ بلاشبہ یہ پیشگوئی بہت عظیم اور بہت وسیع شکل میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ اور پھر جب اسی عظمت اور اسی وسعت کے ساتھ اسے پورا ہوتا بھی دیکھتے ہیں تو ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتی ہے۔

1902ء سے 1907ء تک طاعون کا بیحد زور رہا اور جس طرح کہ جاننے والے جانتے ہیں اس زمانہ میں طاعون ہلاکت اور بربادی کا پیغام لے کر آئی تھی گویا قیامت کا ایک نمونہ تھا اور لوگوں کو اپنے مُردے دفنانا تک ممکن نہیں تھا۔ ہر گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی اور بستیوں کی بستیاں اُجڑ رہی تھیں۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے اس الہام کے مطابق حضرت مسیح موعود کے گھر میں کوئی انسان تو کیا، کوئی چوہا تک بھی طاعون سے نہیں مرا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود کا گھر اپنے ماحول اور اپنے معیارِ تمدن کے اعتبار سے گلبرگ یا ماڈل ٹاؤن کا کوئی انوکھا اور منفرد گھر نہیں تھا۔ اسی طرح کے گھر آپ کے مخالفوں کے بھی تھے لیکن وہاں طاعون کے جراثیم اپنا کام کررہے تھے مگر مسیح پاک کے گھر کے اندر داخل ہونے کا انہیں گویا حکم ہی نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود کو اس خدائی وعدہ پر اس قدر یقین تھا کہ انہی ایام میں جب مولوی محمد علی صاحب بیمار ہوئے اور یہ محسوس کیا گیا کہ شاید ان پر طاعون کا کوئی اثر ہے تو حضرت مسیح موعود تشریف لائے اور آپ نے مولوی صاحب کی نبض پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اگر اس مکان میں آپ کو طاعون ہوجائے تو مَیں جھوٹا۔ حضور کا یہ فرمانا تھا اور نبض پر ہاتھ رکھنا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کی تکلیف اُسی وقت جاتی رہی اور بخار بالکل اُتر گیا۔

اسی طرح حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے بارہ میں بھی آتا ہے کہ اس زمانہ میں ابھی چھوٹی عمر میں ہی تھے کہ آپ کو شدید بخار ہوگیا اور بُن ران میں دو گلٹیاں

نکل آئیں۔حضور نے دعا کی اور دعا کے بعد حضرت میر صاحب کی گلٹیاں غائب ہوگئیں، بخار اتر گیا اور آپ اُٹھ کر کھیلنے لگ گئے۔

✿...... 18/اکتوبر 1902ء کو پھر الہام ہوا۔ حضور فرماتے ہیں:۔

''آج کوئی پہررات باقی ہوگی کہ الہام ہوا:۔

ترجمہ: مَیں ہر ایک کی جو اس گھر میں ہے حفاظت کروں گا اور اسے لوگوں کے لئے نشان رحمت بناؤں گا کہ یہ ہماری طرف سے رحمت ہوگی اور یہ بات اٹل ہے میرے پاس کئی علاج ہیں۔مَیں نے اس الہام کو معمول کے موافق کتاب میں لکھ لیا اور پھر گھر میں (مراد حضرت اماں جان) دریافت کیا کہ آج تم نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ مَیں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک صندوق بذریعہ بلٹی آیا ہے جس کو شیخ رحمت اللہ نے بھیجا ہے اور وہ دوائیوں کا صندوق ہے حکیم فضل دین کی بیوی اور ہر ودائی پاس کھڑی ہیں۔ جب اس کو کھولا گیا تو وہ لبالب دوائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ڈبیا ہیں، شیشیاں ہیں، غرض پورے طور پر بھرا ہوا ہے۔گھاس پھوس کی جگہ بھی دوائیاں ہیں۔

مَیں نے اس لحاظ سے کہ ان کے ایمان میں اور بھی ترقی ہو کہا کہ مجھے آج یہ الہام ہوا ہے اور مَیں نے وہ لکھا ہوا الہام ان کو دکھایا۔خدا کی قدرت ہے کہ کیسا عجیب توارد ہے ادھر الہام میں رَحْمَةٌ مِّنَّا ہے اُدھر رؤیا میں دکھایا گیا ہے کہ رحمت اللہ نے بھیجا ہے اور پھر حکیم فضل دین، مریم (حکیم صاحب کی بیوی) کا پاس ہونا، چراغ (ملازم) کالانا، یہ سب مبشرات ہیں۔لِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاس سے مراد یہ ہے کہ یہ وعدۂ حفاظت جو ہے اس حفاظت کو لوگوں کے لئے نشان ٹھہراؤں گا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب کھلے کھلے طور پر کچھ کرنا چاہتا ہے۔...... اس وقت ایک قوم تمنا کے ساتھ ٹیکہ کرا رہی ہے اور ہم اس نشان کے ساتھ ناز کرتے ہیں''۔

(تذکرہ صفحہ 355)

چنانچہ اس یقین اور ایمان کی بدولت حضرت مسیح موعود نے ٹیکہ لگوانے سے اپنی جماعت کے دوستوں کو روک دیا اور باوجودیکہ حکومت کی اس تدبیر کو سراہا اور اسے مفید قرار دیا لیکن محض اس لئے کہ اس طرح خدائی نشان مشتبہ ہوسکتا ہے اور لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ ٹیکہ کی وجہ سے یہ لوگ محفوظ رہے ہیں۔حضور نے ٹیکہ سے اپنے دوستوں کو روکا اور ایک روحانی علاج اور روحانی ٹیکہ سے لوگوں کو آگاہ کیا۔گویا ایک ظاہری تدبیر نہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی نصرت اور حفاظت فرمائی اور غیر معمولی طور پر وہ لوگ جو سچے دل سے حضور کے پیرو تھے اور حضور میں محو تھے اس ہلاکت سے محفوظ رہے۔ نہ صرف یہی بلکہ جس طرح کہ حضور نے فرمایا تھا بہت سے لوگوں نے اس نشان سے فائدہ اٹھایا اور روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔ایسے ہی لوگوں کا ذکر کر کے حضرت مسیح موعود کبھی کبھی مسکرا کر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سلسلہ میں بہت سے طاعونی احمدی بھی ہیں یعنی وہ لوگ جو طاعون کا نشان دیکھ کر سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔

پھر تیسرا دعویٰ اس نشان میں یہ تھا کہ قادیان میں بربادی افگن طاعون نہیں پڑے گی اور وہ نظارہ ہلاکت کا یہاں نہیں ہوگا جو دوسرے شہروں میں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔قادیان میں وہ کیفیت بالکل نہ تھی جو دوسرے شہروں اور علاقوں میں اس موقعہ پر تھی اور اس فرق کو غیر بھی محسوس کر رہے تھے۔ نیز درحقیقت اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ نشان اور زیادہ واضح ہوجائے کہ قادیان کے مقام کو بھی خدا نے ایک برکت دی ہے اور پھر اسی شہر کے بعض مکانوں میں تو طاعون پھیل جائے لیکن غیر معمولی طور پر حضرت مسیح موعود کا گھر اور آپ کے ماننے والوں کے گھر اس سے محفوظ رہیں۔پھر اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ قادیان کے اندر رہنے والے اشد مخالف اور بدزبان معاند آریہ لیڈر وغیرہ اسی طاعون کا شکار ہو کر حضرت مسیح موعود کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگانے والے بن جائیں۔

پھر عمومی طور پر بھی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہی اور وہ لوگ جو ملک کے اندر حضور کے مخالفین میں سے تھے بہت سے اُن میں سے اس عذاب کا شکار ہوگئے اور طاعون کی موت مرگئے۔

یہ تمام تفاصیل خدا ترس انسان کو اس بات کے سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ واقعی اگر خدائی وعدہ نہ ہوتا تو یہ سب باتیں ناممکن تھیں۔اس لئے کہ طاعون کے کیڑوں کو یہ شعور کون بخش سکتا تھا کہ دیکھنا ہمارے مسیح کے گھر اور اس کے مخالفوں کے گھروں کو الگ الگ پہچاننا اور ہمارے مسیح کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں سے بھی یوں آگاہ رہنا۔حقیقتاً جتنا بھی غور کیا جائے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے اور سوائے اس بات کے کہ یہ سب کچھ اس خدائے قادر و قیوم کی طرف سے تھا جو اسباب کا محتاج نہیں ہے اور کوئی حل ہمارے سامنے اس سوال کا نہیں آتا۔یقیناً اس کا یہ کلام سچا تھا کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔

تباہ کن زلزلہ کی ہلاکت سے حفاظت

✿...... 8/جون 1904ء کو الہام ہوا جس کے الفاظ یہ ہیں: عَفَتِ الدِّیَارُ (۔) (تذکرہ صفحہ 433) یعنی عارضی رہائش کے بھی مکانات مٹ جائیں گے اور مستقل رہائش کے بھی۔مَیں تمام ان لوگوں کی جو اس گھر میں رہتے ہیں حفاظت کروں گا۔ مَیں نے تجھے سارے انعامات عطا کئے ہیں۔

اس الہام میں جہاں حفاظت کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی یہ خبر بھی ہے کہ گویا ایسا کوئی عذاب آئے گا جس سے مکانات گر جائیں گے اور سخت تباہی آئے گی۔ اور ایسے عالم میں جو لوگ حضرت مسیح موعود کے ''الدَّار'' میں ہوں گے وہ خاص طور پر بچائے جائیں گے۔

چنانچہ اس الہام الٰہی کے مطابق 4/اپریل 1905ء کو شمالی ہندوستان میں ایک نہایت خطرناک زلزلہ آیا جس کا مرکز دھرم سالہ ضلع کانگڑہ تھا۔اس زلزلہ سے ہزاروں مکانات اور جانیں تلف ہوئیں۔ گویا قیامت کا نمونہ تھا لیکن اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر جماعت کے دوستوں کو محفوظ رکھا۔ اس معجزانہ حفاظت کی صرف ایک شہادت پیش کرتا ہوں مکرم ماسٹر عطا محمد صاحب استاذ الجامعة الاحمدیہ بیان کرتے ہیں:۔

''میرے محترم چچا حضرت مولوی وزیر الدین صاحب حضرت مسیح موعود کے قدیم رفقاء میں سے تھے وہ سجانپور ٹیرہ ضلع کانگڑہ کے ورنیکولر مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ان کے اہل وعیال مکیریاں ضلع ہوشیارپور میں مقیم تھے اور مَیں چچا جان کے ہمراہ سجانپور ٹیرہ میں رہتا تھا۔

1905ء کے غالباً فروری یا مارچ کے مہینے میں حضرت مسیح موعود کا ایک اشتہار بعنوان عَفَتِ الدِّیَارُ مَحِلُّهَا وَمَقَامُهَا چچا جان کو موصول ہوا جو دیواروں پر چسپاں کرنے کے لئے انہوں نے میرے سپرد کر دیا۔ مَیں سکول کے گیٹ اور دکانوں کی دیواروں پر یہ اشتہار چسپاں کر رہا تھا کہ وہاں ایک سادہ کار (سنار) حسن دین نام میرے پاس سے گزرا اور اشتہار دیکھ کر کہنے لگا کہ مرزائیوں کی صف لپیٹی جائے گی۔ یہ سن کر میرے منہ سے بے اختیار نکلا کہ احمدیوں کی تو نہیں البتہ تمہاری صف لپیٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ وہ تو چلا گیا اور بات آئی گئی ہوگی............۔

4/اپریل 1905ء کو عین طلوع آفتاب کے وقت وہ قیامت خیز زلزلہ آیا جس سے ضلع بھر کی بستیاں اور شہر تہ و بالا ہوگئے۔ دریائے بیاس میں جو سجانپور ٹیرہ کے بالکل قریب بہتا تھا پہاڑ کی چوٹی گرنے سے بند لگ گیا اور پانی پہاڑ کی ترائی پر بنے ہوئے مکانوں اور انسانوں کی تباہی کا موجب ہوا۔ڈاک اور تار کا سلسلہ یکسر منقطع ہوگیا۔ ہمارے مکان اور سکول کی بنیادیں تک اُکھڑ گئیں اور شہر میں اس قدر تباہی مچی کہ دن چڑھتے ہی کہرام مچ گیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے گھر میں جس قدر افراد تھے سب کے سب معجزانہ طور پر محفوظ رہے......۔اس کے برخلاف وہ حسن دین جو کہتا تھا کہ مرزائیوں کی صف لپیٹی جائے گی اس کے اپنے خاندان کے بیس کے قریب افراد تھے جن میں ایک دو کے سوا باقی سب لقمۂ اجل ہوگئے۔شہر میں اس قدر موتا موتی لگی کہ بعض گھر جن میں گیارہ گیارہ افراد تھے ان میں سے صرف ایک زندہ رہا اور باقی سب نہنگ اجل کا شکار ہوگئے۔

اس جگہ یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جہاں میری چارپائی تھی وہاں سرہانے اور پائنتی کی طرف تھوڑی تھوڑی دیواریں کھڑی رہیں اور چھت کے چار بالے بدستور اپنی جگہ پر قائم رہے اور مَیں بالکل محفوظ حالت میں اپنی چارپائی پر پڑا رہا۔ اور نہ صرف مَیں بالکل محفوظ رہا بلکہ گھر کے دیگر افراد بھی ہر طرح خیریت سے رہے اور گھر کی جملہ اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حفظ وامان میں رکھا۔

(الفضل 14/جنوری 1969ء)

بعض اور حوادث کے وقت حفاظت کا وعدہ

✿...... پھر 20/مئی 1906ء کو الہام ہوا اس کے الفاظ یہ ہیں: (۔)

یعنی مَیں فوجوں کے ساتھ تیرے پاس اچانک آؤں گا۔مَیں تجھے وہ زلزلہ دکھاؤں گا جو قیامت کا نمونہ ہوگا۔مَیں ان سب کی حفاظت کروں گا جو اس گھر میں ہیں۔ (تذکرہ صفحہ 528)

اب اس الہام میں گویا بعض ایسے زلازل اور حوادث کا ذکر ہے جن کو قیامت کا نمونہ کہا جاسکے گا اور جن کا تعلق فوجوں کی اچانک آمد سے ہوگا اور اسے اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد سمجھا جائے گا۔ایسے وقت میں بھی اللہ تعالیٰ ''الدَّار'' میں رہنے والوں کو اپنی حفاظت کا وعدہ دیتا ہے۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ ایسے مواقع پر بھی جن کے ہم لوگ خود شاہد ہیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا فرمایا اور ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں بلکہ متعدد دفعہ۔زمانہ قریب کے حالات کو ہی ہم سامنے رکھیں تو یہ خدائی وعدہ اپنی پوری عظمت کے ساتھ ہمیں اب بھی پورا ہوتا نظر آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کی ایک سنت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گری ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے''۔

(الوصیت۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304)

جب خدا تعالیٰ نے متواتر وحی کے ذریعہ حضرت مسیح پاک کو آپ کے زمانہ وفات کے نزدیک ہونے کی اطلاع دی تو اس سنّت کے مطابق جماعتِ مومنین کا غمگین اور دلگیر ہونا قدرتی امر تھا مگر قادر و قیوم خدا نے مخالفوں کی جھوٹی خوشیوں کو پامال کرنے اور مومنوں کا غم وحزن دور کرنے کے لئے حضور کی وفات سے چند دن پہلے یہ الہام فرمایا:۔

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ کہ مَیں ان تمام لوگوں کی حفاظت کروں گا جو اس دار میں ہیں۔ اس کے بعد 9/مئی 1908ء کو الہام ہوا:۔

آج سے سو سال قبل ۔ 1908ء ۔ جماعت احمدیہ کا تاریخی سال

حضرت مسیح موعود کا آخری سفر لاہور ۔ وفات ۔ خلافت اولیٰ کا قیام اور دینی مدرسہ کے قیام کی تحریک

17 فروری — حضرت مسیح موعود کی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت نواب محمد علی خان صاحب سے حضرت مولانا نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول) نے پڑھا۔

21 مارچ — سر جیمز ولسن فنانشل کمشنر پنجاب کا دورہ قادیان اور حضور کا پیغام حق۔

4 اپریل — گوروہر سہائے ضلع فیروز پور میں باوا نانک کے تبرکات میں قرآن کریم کا انکشاف ہوا تھا۔ حضور نے اس کی مزید تحقیق کے لئے ایک وفد بھجوایا۔

6 اپریل — حجاز مقدس سے پہلے احمدی سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب جدہ نے نظام وصیت میں شمولیت کی۔

7 اپریل — شکاگو کے ایک سیاح جارج ٹرنر قادیان آئے اور حضور سے ملاقات کی۔

24 اپریل — قادیان میں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آخری جمعہ آیا جو حضرت مولانا نورالدین صاحب نے پڑھایا۔

حضرت مسیح موعود کا آخری سفر لاہور

27 اپریل — حضور سفر لاہور کیلئے بٹالہ روانہ ہوئے۔

29 اپریل — حضور کی بٹالہ سے لاہور روانگی۔ احمدیہ بلڈنگس میں قیام کثرت سے ملاقاتیں اور بیعتیں۔

2 مئی — احمد شاہ ابدالی کی نسل سے شہزادہ سلطان ابراہیم صاحب اور محمد علی جعفری صاحب وائس پرنسپل اسلامیہ کالج کی حضور سے ملاقات۔

9 مئی — الھام الرحیل ثم الرحیل

12 مئی — انگلستان کے ماہر ہیئت دان پروفیسر کلیمنٹ ریگ کی حضور سے ملاقات۔

15 مئی — حضور کی کتاب 'چشمہ معرفت' کی اشاعت

15 مئی — مشہور سیاسی لیڈر مسٹر فضل حسین کی حضور سے ملاقات۔

17 مئی — حضور کا پبلک لیکچر اور رؤسائے لاہور کو پیغام حق

17 مئی — حضور کا الہام ۔ مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار

18 مئی — پروفیسر کلیمنٹ کی حضور سے دوبارہ ملاقات ۔ بعد میں وہ احمدی ہوگئے۔

20 مئی — پیغام صلح کی تصنیف کا آغاز اور الہام الرحیل ثم الرحیل والموت قریب۔

23 مئی — اخبار عام کی پبلک لیکچر سے متعلق غلط رپورٹنگ پر حضور کا تردیدی خط۔

25 مئی — احباب جماعت سے حضور کا آخری خطاب ۔ آخری رفیق حضرت چوہدری جہان خان صاحب آف مانگٹ اونچے کی بیعت۔

____ — عصر کی نماز کے بعد حضور کی آخری سیر۔

____ — شام کو رسالہ پیغام صلح کی تکمیل۔

____ — عشاء کے بعد آخری بیماری کا آغاز۔

حضرت مسیح موعود کی زندگی کا آخری دن

26 مئی — حضور نے لیٹے لیٹے تیمم کر کے فجر کی نماز ادا کی۔

____ — نیم بیہوشی کی کیفیت میں 'اللہ میرے پیارے اللہ' کے الفاظ ادا کرتے رہے۔

____ — ساڑھے آٹھ بجے بیماری کے متعلق لکھنے کی کوشش کی مگر ضعف کی وجہ سے جملہ مکمل نہ لکھ سکے۔

____ — نو بجے بیماری زیادہ تشویشناک ہوگئی۔

____ — ساڑھے دس بجے حضور کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

____ — حضور کی نعش کے سامنے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا تاریخی عہد کہ میں تیرے پیغام کو دنیا میں پھیلاتا رہوں گا۔

____ — حضور کی وفات کی خبر شہر لاہور میں فوراً پھیل گئی۔ احمدی جماعتوں کو بذریعہ تار جنازہ کے لئے قادیان پہنچنے کی ہدایت کی گئی۔

____ — اڑھائی بجے تک حضور کے کفن اور غسل سے فراغت حاصل ہوئی۔ اور کثیر جماعت نے جنازہ پڑھا۔

____ — احمدیہ بلڈنگس سے چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا اور سٹیشن پر لایا گیا۔ بٹالہ کے لئے ریزرو ڈبہ کا انتظام کیا گیا۔

____ — پونے چھ بجے گاڑی لاہور سے بٹالہ روانہ ہوئی ۔ رات 10 بجے بٹالہ پہنچی۔

خلافت اولیٰ کا قیام

27 مئی — صبح دو بجے حضرت مسیح موعود کا جسد مبارک صندوق سے نکال کر چارپائی پر رکھا گیا۔ احباب نعش کو کندھوں پر اٹھا کر قادیان روانہ ہوئے ۔ 8 بجے جنازہ قادیان پہنچا۔

____ — نماز عصر کے بعد سب جماعت نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کی خلافت پر اجماع کیا۔

بیعت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے حضرت مسیح موعود کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد آخری دیدار ہوا اور شام 6 بجے حضور کا جسد مبارک بہشتی مقبرہ کی مقدس خاک کے سپرد کر دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی تحریکات اور جماعتی سرگرمیاں

حضرت مسیح موعود کی وفات سے جماعت کو سخت صدمہ اور مخالفین کی طرف سے منظم قلمی اور لسانی یورش شروع ہوئی جس کے جواب میں خلیفۃ المسیح الاول حضرت مولانا نورالدین صاحب نے ''وفات المسیح'' اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ''صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے'' کے عنوان سے رسائل تحریر فرمائے۔

30 مئی — حضور کے عہد میں صدر انجمن احمدیہ کا پہلا اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی صدارت میں ہوا۔

حضور نے ...... مال کا مستقل محکمہ قائم فرمایا۔

جون — حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے قادیان میں پہلی پبلک لائبریری قائم کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے کتابیں اور چندہ عنایت فرمایا۔

14 جون — حضور نے تحریک فرمائی کہ خوشنویس حضرات مرکز میں آکر رہیں تاکہ سلسلہ کے کام بروقت ہو سکیں۔

21 جون — حضرت مسیح موعود کی آخری تصنیف ''پیغام صلح'' خواجہ کمال الدین صاحب نے پنجاب یونیورسٹی ہال میں پڑھ کر سنائی۔

جون — حضور کے ارشاد پر حضرت مسیح موعود کی یادگار میں دینی مدرسہ کے قیام کی تحریک کی گئی۔

18 جولائی — حضور نے تحریک فرمائی کہ جماعت مبایعین کی مکمل فہرست تیار کی جائے تاکہ مطبوعہ لٹریچر ہر فرد تک پہنچایا جا سکے۔

جولائی — حضور نے اپنی بھیرہ کی جائیداد صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کر دی۔

یکم اگست — واعظین سلسلہ کے تقرر کے بعد پہلے واعظ شیخ غلام احمد صاحب کی روانگی۔

17 ستمبر — رسالہ البیان کے ایڈیٹر عبداللہ العمادی کے ایک مضمون کے جواب میں حضور نے تفصیلی مضمون رقم فرمایا۔

ستمبر — حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی کے مطابق ہندوستان اور پنجاب میں تپ کی سخت وبا اور مملکت نظام حیدر آباد میں ہولناک سیلاب اور احمدیوں کی معجزانہ حفاظت۔

اکتوبر — حضور نے رمضان میں بیت المبارک میں اعتکاف کیا اور روزانہ 3،3 پاروں کا درس القرآن دیتے رہے۔

(باقی صفحہ 8 پر)

اشتہارات

ملک محمد اکرام صاحب

سیدنا حضرت مسیح موعود کی سیرت کا ایک درخشندہ باب

سچائی کا عظیم خُلق

خداتعالیٰ کے مامورین جہاں بہت سارے اخلاق فاضلہ سے متصف ہوتے ہیں وہاں وہ سچائی کے اعلیٰ معیار پر قائم ہوتے ہیں۔ دعویٰ سے قبل اور بعد ان کی زندگی صداقت شعاری سے عبارت ہوتی ہے۔ باوجود عناد اور عداوت کے ان کے معاندین ان کی زندگی پر کسی قسم کے کذب کا بہتان نہیں لگا سکتے بلکہ ان کی زبانوں سے ان ہستیوں کے بارے میں صدیق و امین کے ہی الفاظ نکلتے ہیں۔ جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹ کی نجاست میں ملوث ہونا تو درکنار وہ تو صدق و صفا میں ایسے بڑھے ہوتے ہیں کہ اس زمانے میں ان کی نظیر تلاش کرنا سعی لاحاصل ہے۔

حضرت مسیح موعود اس زمانے کے مامور ہیں اور آپ بھی سچائی کے اعلیٰ معیار پر قائم ہیں۔ چنانچہ آپ نے کڑے امتحانوں میں سچائی کا دامن تھام کر یہ ثابت کر دیا کہ کبھی بھی آپ نے اس عروۃ الوثقیٰ کو نہیں چھوڑا۔

پہلی زندگی کی حقیقت

آپ نے تمام معاندین کے سامنے بطور تحدی اپنی زندگی کو پیش فرمایا جس میں واضح فرمادیا کہ وہ آپ کی زندگی میں جھوٹ کا کوئی عنصر دکھا نہیں سکتے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اب دیکھو خدا نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پر پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقع دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 64)

صدق کی آزمائش

باوجود شدید مخالفت کے آج تک کسی مخالف کو یہ جرأت نہ ہوسکی کہ وہ آپ کی سیرت میں کسی قسم کے جھوٹ کا کوئی شائبہ بھی دکھا سکے بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ جس میں آپ کی سچائی اور صدق و صفا روز روشن کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔

چنانچہ آپ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک اور بات بھی ذریعہ آزمائش صادقین ہو جاتی ہے جس کو خداتعالیٰ آپ ہی پیدا کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی انسان کسی ایسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس وقت بجز کذب کے اور کوئی حیلہ رہائی اور کامیابی کا اس کو نظر نہیں آتا۔ تب اس وقت وہ آزمایا جاتا ہے کہ آیا اس کی سرشت میں صدق ہے یا کذب اور آیا اس نازک وقت میں اس کی زبان پر صدق جاری ہوتا ہے یا اپنی جان اور آبرو اور مال کا اندیشہ کر کے جھوٹ بولنے لگتا ہے۔ اس قسم کے نمونے اس عاجز کو کئی دفعہ پیش آئے"۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 ص 296)

ذیل میں وہ نمونے لکھے جاتے ہیں جن سے جہاں آپ کا امتحانوں میں سچا ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں دشمن کا بھی آپ کی صداقت پر گواہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ آپ ان نمونوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"ازانجملہ ایک یہ واقعہ ہے کہ میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد مرزا اعظم بیگ صاحب لاہوری نے شرکاء ملکیت قادیان سے مجھ پر اور میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر پر مقدمہ دخل ملکیت کا عدالت ضلع میں دائر کرادیا اور میں بظاہر جانتا تھا کہ ان شرکاء کو ملکیت سے کچھ غرض نہیں کیونکہ وہ ایک گم گشتہ چیز تھی جو سکھوں کے وقت میں نابود ہو چکی تھی اور میرے والد صاحب نے تن تنہا مقدمات کر کے اس ملکیت اور دوسرے دیہات کے بازیافت کے لئے آٹھ ہزار کے قریب خرچ و خسارہ اٹھایا تھا جس میں وہ شرکاء ایک پیسہ کے بھی شریک نہیں تھے۔ سو ان مقدمات کے اثناء میں جب میں نے فتح کے لئے دعا کی تو یہ الہام ہوا کہ (-) یعنے میں تیری ہر یک دعا قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں۔ سو میں نے اس الہام کو پاکر اپنے بھائی اور تمام زن و مرد اور عزیزوں کو جمع کیا جو ان میں سے بعض اب تک زندہ ہیں اور کھول کر کہہ دیا کہ شرکاء کے ساتھ مقدمہ مت کرو یہ خلاف مرضی حق ہے مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور آخر ناکام ہوئے۔ لیکن میری طرف سے ہزار ہا روپیہ کا نقصان اٹھانے کے لئے استقامت ظاہر ہوئی۔ اس کے وہ سب جواب دشمن ہیں گواہ ہیں چونکہ تمام کاروبار زمینداری میرے بھائی کے ہاتھ میں تھا اس لئے میں نے بار بار ان کو سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا اور آخر نقصان اٹھایا۔

ازانجملہ ایک یہ واقعہ ہے کہ تخمیناً پندرہ یا سولہ سال کا عرصہ گزرا ہوگا یا شاید اس سے کچھ زیادہ ہو کہ اس عاجز نے (-) کی تائید میں آریوں کے مقابل پر ایک عیسائی کے مطبع میں جس کا نام رلیا رام تھا اور وہ وکیل بھی تھا اور امرتسر میں رہتا تھا اور اس کا ایک اخبار بھی نکلتا تھا ایک مضمون بغرض طبع ہونے کے ایک پیکٹ کی صورت میں جس کی دونوں طرفیں کھلی تھیں بھیجا اور اس پیکٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا۔ چونکہ خط میں ایسے الفاظ تھے جن میں (-) کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بطلان کی طرف اشارہ تھا اور مضمون کے چھاپ دینے کے لئے تاکید بھی تھی اس لئے وہ عیسائی مخالفت مذہب کی وجہ سے افروختہ ہوا اور اتفاقاً اس کو دشمنانہ حملہ کے لئے یہ موقع ملا کہ کسی علیحدہ خط کا پیکٹ میں رکھنا قانوناً ایک جرم تھا جس کی اس عاجز کو کچھ بھی اطلاع نہ تھی اور ایسے جرم کی سزا میں قوانین ڈاک کے رو سے پانسو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ تک قید ہے۔ سو اس نے مخبر بن کر افسران ڈاک سے اس عاجز پر مقدمہ دائر کرادیا اور قبل اس کے جو مجھے اس مقدمہ کی کچھ اطلاع ہو۔ رویا میں اللہ تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ رلیا رام وکیل نے ایک سانپ میرے کاٹنے کے لئے مجھ کو بھیجا ہے اور میں نے اسے مچھلی کی طرح تل کر واپس بھیج دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آخر وہ مقدمہ جس طرز سے عدالت میں فیصلہ پایا وہ ایک ایسی نظیر ہے جو وکیلوں کے کام آسکتی ہے۔ غرض میں اس جرم میں صدر ضلع گورداسپورہ میں طلب کیا گیا اور جن جن وکلاء سے مقدمہ کے لئے مشورہ لیا گیا۔ انہوں نے یہی مشورہ دیا کہ بجز دروغگوئی کے اور کوئی راہ نہیں اور یہ صلاح دی کہ اس طرح اظہار دے دو کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں ڈالا۔ رلیا رام نے خود ڈال دیا ہوگا اور نیز بطور تسلی دہی کے کہا کہ ایسا بیان کرنے سے شہادت پر فیصلہ ہو جائے گا اور دو چار جھوٹے گواہ دے کر بریت ہو جائے گی۔ ورنہ صورت مقدمہ سخت مشکل ہے اور کوئی طریق رہائی نہیں مگر میں نے ان سب کو جواب دیا کہ میں کسی حالت میں راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا جو ہوگا سو ہوگا۔ تب اسی دن یا دوسرے دن مجھے ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا اور میرے مقابل پر ڈاکخانجات کا افسر بحیثیت سرکاری مدعی ہونے کے حاضر ہوا۔ اس وقت حاکم عدالت نے اپنے ہاتھ سے میرا اظہار لکھا اور سب سے پہلے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا یہ خط تم نے اپنے پیکٹ میں رکھ دیا تھا اور یہ خط اور یہ پیکٹ تمہارا ہے۔ تب میں نے بلاتوقف جواب دیا کہ یہ میرا ہی خط اور میرا ہی پیکٹ ہے اور میں نے اس خط کو پیکٹ کے اندر رکھ کر روانہ کیا تھا مگر میں نے گورنمنٹ کی نقصان رسانی محصول کے لئے بدنیتی سے یہ کام نہیں کیا بلکہ میں نے اس خط کو اس مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں کوئی نج کی بات تھی۔ اس بات کو سنتے ہی خداتعالیٰ نے اس انگریز کے دل کو میری طرف پھیر دیا اور میرے مقابل پر افسر ڈاکخانجات نے بہت شور مچایا اور لمبی لمبی تقریریں انگریزی میں کیں جن کو میں نہیں سمجھتا تھا مگر اس قدر سمجھتا تھا کہ ہر یک تقریر کے بعد زبان انگریزی میں وہ حاکم نو نو کر کے اس کی سب باتوں کو رد کر دیتا تھا۔ انجام کار جب وہ افسر مدعی اپنے تمام وجوہ پیش کر چکا اور اپنے تمام بخارات نکال چکا تو حاکم نے فیصلہ لکھنے کی طرف توجہ کی اور شاید سطر یا ڈیڑھ سطر لکھ کر مجھ کو کہا کہ اچھا آپ کے لئے رخصت۔ یہ سن کر میں عدالت کے کمرہ سے باہر ہوا اور اپنے محسن حقیقی کا شکر بجالایا جس نے ایک افسر انگریز کے مقابل پر مجھ کو ہی فتح بخشی اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت صدق کی برکت سے خداتعالیٰ نے اس بلا سے مجھ کو نجات دی۔ میں نے اس سے پہلے یہ خواب بھی دیکھی تھی کہ ایک شخص نے میری ٹوپی اتارنے کے لئے ہاتھ مارا ہے۔ میں نے کہا کیا کرنے لگا ہے۔ تب اس نے ٹوپی کو میرے سر پر ہی رہنے دیا اور کہا کہ خیر ہے خیر ہے۔

ازانجملہ ایک نمونہ یہ ہے کہ میرے بیٹے سلطان احمد نے ایک ہندو پر بدیں بنیاد نالش کی کہ اس نے ہماری زمین پر مکان بنالیا ہے اور مسماری مکان کا دعویٰ تھا اور ترتیب مقدمہ میں ایک امر خلاف واقعہ تھا جس کے ثبوت سے وہ مقدمہ ڈسمس ہونے کے لائق ٹھہرتا تھا اور مقدمہ کے ڈسمس ہونے کی حالت میں نہ صرف سلطان احمد کو بلکہ مجھ کو بھی نقصان تلف ملکیت اٹھانا پڑتا تھا۔ تب فریق مخالف نے موقع پاکر میری گواہی لکھا دی اور میں بٹالہ میں گیا اور بابو فتح الدین سب پوسٹ ماسٹر کے مکان پر جو تحصیل بٹالہ کے پاس ہے جا ٹھہرا اور مقدمہ ایک ہندو منصف کے پاس تھا جس کا نام یاد نہیں رہا مگر ایک پاؤں سے وہ لنگڑا بھی تھا اس وقت سلطان احمد کا وکیل میرے پاس آیا کہ اب وقت پیشی مقدمہ ہے آپ کیا اظہار دیں گے۔ میں نے کہا کہ وہ اظہار دوں گا جو واقعی امر اور سچ ہے۔ تب اس نے کہا کہ پھر آپ کے کچہری جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں جاتا ہوں تا مقدمہ سے دستبردار ہو جاؤں سو وہ مقدمہ میں نے اپنے ہاتھوں سے محض رعایت صدق کی وجہ سے آپ خراب کیا اور راست گوئی کو ابتغاء لمرضات اللہ مقدم رکھ کر مالی نقصان کو ہیچ سمجھا۔ یہ آخری دو نمونے بھی بے ثبوت نہیں۔ پہلے واقعہ کا گواہ شیخ علی احمد وکیل گورداسپور اور سردار محمد حیات خانصاحب سی ایس آئی ہیں اور نیز مثل مقدمہ دفتر گورداسپورہ میں موجود ہوگی۔ اور دوسرے واقعہ کا گواہ بابو فتح الدین اور خود وکیل جس کا اس وقت مجھ کو نام یاد نہیں اور نیز وہ منصف جس کا ذکر کر چکا ہوں جواب شاید لدھیانہ میں بدل گیا ہے۔ غالباً اس مقدمہ کو سات برس کے قریب گزرا ہوگا۔ ہاں یاد آیا اس مقدمہ کا ایک گواہ نبی بخش پٹواری بٹالہ بھی ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 ص 297 تا 300)

سچی گواہی کا یقین

آپ کی صدق شعاری اپنوں اور غیروں میں مسلم

تھی اور باوجود مخالفت کے آپ کے صدق پر ایسا یقین تھا کہ اپنے سچے مقدمات میں بطور گواہ لانا اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک واقعہ پہلے لکھا جاچکا ہے ایک اور واقعہ بھی حضرت مسیح موعود کی تحریر سے پیش ہے۔ فرمایا:۔

پادری رجب علی صاحب مہتمم و مالک مطبع سفیر ہند کا ایک خط رجسٹری شدہ امرتسر سے آیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے اپنے کاتب پر جو اسی کتاب کا کاتب ہے عدالت خفیفہ میں نالش کی ہے اور اس عاجز کو ایک واقعہ کا گواہ ٹھہرایا ہے اور ساتھ اس کے ایک سرکاری سمن بھی آیا اور اس خط کے آنے کے بعد وہ فقرہ الہامی یعنی ھذا شاھد نزاغ جس کے یہ معنے ہیں کہ یہ گواہ تباہی ڈالنے والا ہے۔ ان معنوں پر محمول معلوم ہوا کہ مہتمم مطبع سفیر ہند کے دل میں بہ یقین کامل یہ مرکوز تھا کہ اس عاجز کی شہادت جو ٹھیک ٹھیک اور مطابق واقعہ ہوگی۔ بباعث وثاقت اور صداقت اور نیز بااعتبار اور قابل قدر ہونے کی وجہ سے فریق ثانی پر تباہی ڈالے گی اور اسی نیت سے مہتمم مذکور نے اس عاجز کو ادائے شہادت کے لئے تکلیف بھی دی اور سمن جاری کرایا۔

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 ص 564)

دشمن کی گواہی

انسان کی اصل خوبی تو وہی ہے جس کے گواہ دشمن ہوں۔ آپ کی صداقت شعاری کی گواہی آپ کے مخالفین کی زبانی تحریر کی جاتی ہے۔

اشد ترین معاند مولوی محمد حسین بٹالوی تحریر کرتے ہیں:۔

''مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ ؐ پر قائم و پرہیزگار و صداقت شعار ہیں''۔

(اشاعۃ السنۃ جلد 7 ص 9)

پھر اسی طرح مولوی سراج الدین صاحب (جو مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر ''زمیندار'' کے والد تھے) نے شہادت دی۔

''مرزا غلام احمد صاحب 1860ء، 1861ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر 23,22 سال کی ہوگی اور چشم دید شہادت سے کہتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے''۔ (زمیندار 8 جون 1908ء)

(بقیہ صفحہ 4)

سرنگ۔ اَلرَّحِیْلُ (۔) گویا کوچ کا وقت آگیا ہے۔ ہاں کوچ کا وقت آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام بوجھ اٹھالے گا۔

10 مئی کو الہام ہوا: (۔)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے بلاشبہ ان کے لئے جنات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

15 مئی کو الہام ہوا: ''ڈرومت مومنو!''

17 مئی کو الہام ہوا: (۔)

یعنی مَیں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں۔

گویا اس سلسلۂ الہامات میں مومنوں کو بشارت دے کر ان کے خوف کو امن میں بدل دیا۔

یہ ایک اَور وعدۂ الٰہی ہے کہ جب حضرت مسیح موعود اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے اس کے بعد بھی حضور کی پیروی کرنے والوں کو الٰہی حفاظت سے حصہ ملتا رہے گا اور حضور کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھتا اور پھیلتا ہی چلا جائے گا اور قدرت ثانیہ کی دائمی برکات پائے گا اور کوئی نہیں جو اس ترقی میں حائل ہو سکے۔ اور اس سلسلہ میں آنے والی تمام مشکلات کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے خود دور کرتا جائے گا۔ یہ **وعدہ اس سلسلہ کے تمام مستقبل پر محیط ہے۔ اور جو لوگ بھی حضرت مسیح موعود سے وابستہ اور صبر، صدق اور وفا کے ساتھ عہد بیعت پر کاربند ہوکر ''اَلدَّار'' میں رہائش پذیر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر مرحلہ پر ان کی غیر معمولی نصرت اور حفاظت فرماتا رہے گا۔**

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''اس زمانہ کا حصن حصین مَیں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور مَیں اُس میں ہوں۔''

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

پس مبارک ہیں وہ جو اس اَلدَّار میں داخل ہوتے ہیں۔ الٰہی نوشتوں کے مطابق مصائب کے زلزلے آئیں گے، حوادث کی آندھیاں چلیں گی، اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی مگر آخر وہی کامیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

(ماہنامہ الفرقان۔ ربوہ۔ نومبر دسمبر 1969ء)

(بقیہ صفحہ 5)

20 نومبر — حضرت مسیح موعود کی کتب ''مسیح ہندوستان میں'' شائع ہوئی نیز اسی سال ''نجم الہدیٰ'' اور ''براہین احمدیہ'' حصہ پنجم کی پہلی مرتبہ اشاعت ہوئی۔

26 تا 28 دسمبر — خلافت اولیٰ کے دور کے پہلے جلسہ سالانہ میں 3 ہزار احمدیوں کی شرکت، جلسہ پر حضور کی دو تقاریر جو روحانی علوم کے عنوان سے شائع ہوئیں۔

———— اسی سال حضور نے قادیان میں ڈسپنسری کے ساتھ وسیع ہال تعمیر کرنے کیلئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے مجلس ضعفاء قائم کی۔ منکرین نظام خلافت احمدیہ کی کوششوں کا آغاز اور امام جماعت کے خلاف نارواحربے۔

مشرقی افریقہ میں جماعت کا آغاز

حضرت منشی محمد افضل صاحب اور حضرت میاں عبداللہ صاحب رفقاء حضرت مسیح موعود پہلے احمدی تھے جنہوں نے 1908ء میں مشرقی افریقہ کے ساحل پر قدم رکھا۔ وہ یوگنڈا ریلوے میں بھرتی ہوکر ممباسہ (کینیا) کی بندرگاہ پر پہنچے تھے۔ اسی سال کچھ اور بزرگوں کے پہنچنے پر مشرقی افریقہ میں پہلی احمدیہ جماعت کی داغ بیل پڑی۔ چنانچہ مشرقی افریقہ میں احمدیوں کی تعداد 60 ہو گئی۔ ان میں سے 12 حضرت مسیح موعود کے رفیق تھے۔ اور 48 وہ تھے جنہوں نے افریقہ سے بذریعہ خط حضرت مسیح موعود کی بیعت کی۔

اشتہارات

مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حضرت اقدس مسیح موعود کی اتباع سنت نبوی ؐ

حضرت اقدس مسیح موعود کا سب سے بڑا کارنامہ اتباع سنت نبوی ؐ کا احیاء تھا۔ چنانچہ ایک جگہ حضور فرماتے ہیں:

”خداوند کریم نے اُسی رسول مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اِس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علومِ لدُنیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اِس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضّلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات مبین متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 645 حاشیہ)

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی محبت کا سب سے اہم ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی قرار دیا ہے، حضرت مسیح موعود اس فرمانِ خداوندی کا ذکر کر کے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”اللہ تعالیٰ کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کرسکتا جب تک نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور طرزِ عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بنالے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بابت فرمایا ہے ...... یعنی محبوب الٰہی بننے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جاوے، سچی اتباع آپ کے اخلاق فاضلہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 62)

اسی ارشاد کی روشنی میں حضرت اقدس مسیح موعود نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی ہدایت کے لیے عطا کردہ ذرائع میں قرآن پاک کے بعد دوسرے نمبر پر سنت نبوی کو رکھا ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو...کو دیا گیا ہے سُنّت ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائیاں جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کے لیے کرکے دکھلائیں.....سُنّت کا قرآن شریف کے ساتھ ہی وجود تھا۔....قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سُنّت کا ہے۔ خدا اور رسول کی ذمہ واری کا فرض صرف دو امر پر تھے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ قرآن کو نازل کر کے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دے، یہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرض تھا کہ خدا کے کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے وہ گفتنی باتیں کردنی کے پیرایہ میں دکھلا دیں اور اپنی سُنّت یعنے عملی کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 61)

حضور نے جہاں جماعت کو اس کی تلقین فرمائی ہے وہاں پہلے خود اس پہلو میں بے نظیر نمونہ دکھایا ہے، آپ کے اقوال و افعال اس امر میں ایک عظیم الشان گواہی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”اور میری حالت جو ہے وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے اُس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں نازل کی ہیں اور اتّباع نبوی ؐ میں ایک گرم جوش فطرت بخش کر مجھے بھیجا ہے کہ تا حقیقی متابعت کی راہیں لوگوں کو سکھلاؤں اور اُن کو اُس علمی و عملی ظلمت سے باہر نکالوں جو بوجہ کم توجہی اُن پر محیط ہو رہی ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 34)

پھر فرمایا:۔

اور میری صداقت کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رسول ﷺ کی اتّباع اور پیروی کی توفیق بخشی ہے پس میں نے آنحضرت ﷺ کی باتوں میں سے کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جس کو میں نے پورا نہ کیا ہو اور مشکلات کے پہاڑوں میں سے کوئی ایسا پہاڑ نہیں دیکھا جس کو میں نے سَر نہ کیا ہو، اور میرے رب نے مجھے ان لوگوں سے ملا دیا ہے جن پر انعام کیا جاتا ہے۔

(ترجمہ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 483)

آیئے اب حضور کو عملی طور اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں دیکھتے ہیں کہ کس طرح حضور نے سنت نبوی پر عمل کر کے اپنی عقیدت اور وابستگی کا اظہار فرمایا ہے۔

(1) حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت مسیح موعود سیر کو جا رہے تھے مَیں بھی آپ کے ساتھ تھا اور بھی بکثرت دوست تھے جب حضور ریتی چھلہ کے میدان میں بڑ کے درخت کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے تمام دوستوں کی طرف دیکھا جو کچھ آگے کچھ پیچھے، کچھ دائیں اور بائیں تھے....پھر چند دن بعد اسی طرح سیر میں تشریف لے جاتے وقت فرمایا کہ:

”ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ جنگوں میں جایا کرتے تھے اور ہم اس سنت کو اس طرح ادا کر لیتے ہیں کہ صبح کے وقت اپنے دوستوں کے ساتھ تھوڑی دور تک سیر کرتے ہیں۔“

(اخبار الحکم 21 نومبر 1934ء صفحہ 6 کالم 3)

(2) حضرت مرزا دین محمد صاحب آف لنگروال بیان فرماتے ہیں:

”......فجر کی (نداء) کے وقت آپ پانی کے ہلکے ہلکے چھینٹوں سے مجھے جگاتے تھے ایک دفعہ میں نے دریافت کیا حضور مجھے ویسے ہی کیوں نہیں جگا دیتے؟ آپ نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا اس سنت پر میں کام کرتا ہوں تا کہ جاگنے میں تکلیف محسوس نہ ہو۔“

(رجسٹر روایات رفقاء نمبر 1 صفحہ 95)

کھانے پینے کے آداب کے لحاظ سے بھی آنحضرت ﷺ نے بنیادی باتیں سکھائی ہیں مثلاً پانی وغیرہ پینے کے لیے رسول اللہ ؐ نے پسند فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پیا جائے، سوائے استثنائی حالتوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہمیں ملتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (بلاضرورت) کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود کی زندگی میں بھی ہمیں اسی طریق پر عمل کرنے کی گواہی ملتی ہے چنانچہ ایڈیٹر صاحب البدر حضور کے سفر گورداسپور کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:”حضرت مسیح موعود کھڑے ہوئے تھے، آپ نے پانی مانگا جب پانی آیا تو اُسے بیٹھ کر آپ نے پیا اور بھی کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ پانی وغیرہ آپ ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیتے ہیں۔

(البدر یکم اگست 1904ء صفحہ 4)

گرمیوں وغیرہ کے دنوں میں گھروں کی چھتوں پر سونا برصغیر یا اس جیسے دیگر ممالک میں ایک عام رواج ہے خصوصًا دیہات میں یہ امر روزمرہ کی بات ہے خواہ وہ چھت منڈیر کے بغیر ہی کیوں نہ ہو لیکن اپنی نوعیت میں یہ امر کسی خطرہ سے خالی نہیں اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر منڈیر والی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس پر پردہ کی دیوار یا منڈیر نہ ہو۔

(ترمذی ابواب الادب)

لیکن لوگ اپنے آرام اور نیند کے مزے کی خاطر اس فرمانِ نبوی ؐ کی پرواہ نہیں کرتے۔ اُدھر خدا کا برگزیدہ مسیح موسم کی شدت کے باوجود اپنے اردگرد کے ماحول کا اثر نہیں لیتا بلکہ اس امر میں بھی اپنے رسول کی چھوٹی سی نصیحت کو اپناتا ہے اور اس کے لیے اپنے آرام وسکون کی پرواہ نہیں کرتا، حضرت میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ گورداسپور میں پہلے پہلے جب کرم دین کے مقدمہ میں حضور تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے ایک کوٹھی غالبًا کرایہ پر لی تھی، گرمی کے دن تھے چارپائیاں شام کے بعد ہم نے چھت پر چڑھا دیں اور لکڑی کی سیڑھی لگا کر ہم چھت پر چڑھے حضور بھی چڑھے مگر اوپر پہنچتے ہی فرمایا کہ یہاں سے چارپائیاں نیچے اتار دو کیونکہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس چھت کے منڈیر اونچے نہ ہوں وہاں نہیں سونا چاہئے۔ چنانچہ چارپائیاں اُتار دی گئیں، حضور ایک کمرے میں سوئے مجھے یاد ہے کہ مفتی محمد صادق صاحب اُس رات حضور کو پنکھا کرتے رہے۔

(الفضل 12 دسمبر 1942ء صفحہ 3 کالم 3,4)

اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے بیان فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ آپ مولوی کرم دین والے تکلیف دہ فوجداری مقدمہ کے تعلق میں گورداسپور تشریف لے گئے اور وہ سخت گرمی کا موسم تھا اور رات کا وقت تھا، آپ کے آرام کے لیے مکان کی کُھلی چھت پر چارپائی بچھائی گئی جب حضرت مسیح موعود سونے کی غرض سے چھت پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چھت پر کوئی پردہ کی دیوار نہیں ہے آپ نے ناراضگی کے لہجہ میں خدام سے فرمایا:۔

”کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بے پردہ اور بے منڈیر کی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے“۔

چونکہ اُس مکان میں کوئی اور مناسب صحن نہیں تھا آپ نے گرمی کی انتہائی شدت کے باوجود نیچے کے مسقّف کمرے میں سونا پسند کیا مگر اُس کھلی چھت پر نہیں سوئے۔ آپ کا یہ فعل اس وجہ سے نہیں تھا کہ پردہ کے بغیر چھت پر سونا کسی خطرے کا موجب ہوسکتا ہے بلکہ اس خیال سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔

(سیرت طیبہ صفحہ 109,110 از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے)

اسی جگہ پر حضور کے اطاعت رسول ؐ کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

ایک اور موقعہ پر جبکہ حضرت مسیح موعود اپنے کمرے میں تشریف رکھتے تھے اور اُس وقت باہر سے آئے ہوئے کچھ مہمان بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے کسی شخص نے دروازے پر دستک دی اِس پر حاضر الوقت لوگوں میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا حضرت مسیح موعود نے اُن صاحب کو اُٹھتے دیکھا تو جلدی سے اُٹھے اور فرمایا:

”ٹھہریں ٹھہریں مَیں خود دروازہ کھولوں گا آپ مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیے۔“

مہمان نوازی کے حوالے سے ہی آنحضرت ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ مہمان نوازی تین دنوں تک ہوتی ہے۔(ابو داؤد کتاب الاطعمة باب فی الضیافة) حضرت اقدس اس قول رسول کا بھی کس قدر لحاظ رکھتے ہیں، حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ سابق لالہ ہیرالعل بیان کرتے ہیں:۔

”1900ء کے بعد قادیان میں خدا کے فضل سے مقیم ہوگیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد میں نے شیر

فروشی کی دکان کرلی اور حضرت مسیح موعود سے عرض کیا کہ میں سیر بھر دودھ روزانہ آپ کے لیے بھیجا کروں گا آپ نے فرمایا میں نے تو بکری رکھی ہوئی ہے! مگر میں تین روز دودھ بھیجتا رہا، چوتھے روز آپ نے کہلا بھیجا کہ آج دودھ نہ بھیجنا۔ میں نے رقعہ کے ذریعہ عرض کیا کہ کیا حضور ناراض ہوگئے ہیں یا دودھ اچھا نہیں ہوتا؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ شریعت میں دعوت کی حد تین دن ہے اللہ کریم رسول کریم ﷺ کو تعلیماً فرماتا ہے وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْن پس میں نے اسی پر عمل کیا۔" (الحکم 7 دسمبر 1934ء صفحہ 13 کالم 1)

طاعون کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد حدیث میں آیا ہے کہ جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون پھوٹ پڑی ہے تو تم ہرگز اس علاقے میں داخل نہ ہو اور اگر تم بھی اُسی علاقے میں موجود ہو جہاں طاعون پھوٹی ہے تو پھر اس علاقے سے مت نکلو (بخاری کتاب الطب)۔ اِس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے عظیم الشان نشانوں میں طاعون کو بھی ظاہر فرمایا حضور کو اپنی جماعت کے لوگوں کی غیر معمولی الٰہی حفاظت کا یقین تھا اور اس حوالے سے تاریخ احمدیت میں سینکڑوں واقعات موجود ہیں لیکن ان الٰہی بشارات کے باوجود آپ اس ضمن میں فرمانِ رسول ﷺ کی کس قدر پاسداری فرماتے ہیں، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اپنے والد ماجد حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

غالباً 1905ء کا واقعہ ہے کہ طاعون پنجاب میں زوروں پر تھی۔ راولپنڈی کا ضلع خاص طور پر لقمہ اجل بنا ہوا تھا حضرت والد صاحب مرحوم نے حضور سے اپنے وطن (سیہالہ ضلع راولپنڈی) جانے کی درخواست کی مگر حضور نے اس بناء پر جانے سے روک دیا کہ حدیث میں منع ہے کہ کوئی شخص ایسی جگہ جائے جہاں وبا پھیلی ہوئی ہے۔

(الفضل 24 اپریل 1943ء صفحہ 3)

نماز میں امام کی اتباع کے متعلق حضرت نبی کریم ﷺ نے سختی سے تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے امام سے جلدی نہ کیا کرو (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات باب الرجل یرفع رأسہ قبل الامام)۔ حضرت امام بخاریؒ نے بھی بخاری کتاب الاذان میں اسی حوالے سے ایک باب اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ باندھا ہے یعنی امام تو صرف اسی لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے چنانچہ اس پہلو سے بھی حضرت اقدس مسیح موعود فرمانِ رسولؐ کی پیروی میں ایک حسین نمونہ پیش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، حضرت چوہدری غلام سرور باجوہ صاحب فرماتے ہیں:۔

ظہر کی نماز ہو رہی تھی اور حضرت خلیفہ اول نماز پڑھا رہے تھے، حضرت صاحب پیچھے کھڑے تھے جب اللہ اکبر ہوئی اور مقتدی کھڑے ہوگئے حضرت خلیفہ اول بڑھاپے کی وجہ سے جلدی نہ اُٹھ سکے، حضرت صاحب نے احتیاط کی یعنی امام کی پوری پوری اقتداء کی، باقی نے خیال نہ رکھا۔

(رجسٹر روایات رفقاء نمبر 1 صفحہ 79)

اسی قسم کی روایت حضرت مولانا محمد ابراہیم بقاپوری صاحب نے بھی بیان فرمائی ہے:

ایک دفعہ نماز عصر میں جس میں حضرت خلیفہ اول امام تھے حضور نے امام کی اقتداء کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا جو قریباً ہم سب مقتدی ادا نہ کر سکے یعنی حضرت خلیفہ اول نے دوسری رکعت کے لیے اُٹھنے میں ذرا دیر لگائی ہم سب مقتدی کھڑے ہوگئے لیکن حضرت مسیح موعود اُسی طرح بیٹھے رہے اور جس طرح آہستہ آہستہ مولوی صاحب کھڑے ہوئے اسی طرح بعد میں حضرت مسیح موعود کھڑے ہوگئے۔

(الحکم 28 فروری 1935ء صفحہ 5 کالم 3)

خدا کے مامور جب بھی دنیا میں آتے ہیں تو الٰہی احکام کے مطابق دعوت الی اللہ ان کے اہم فرائض میں سے قرار دی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے بھی اس پہلو سے ایک عام انسان سے لے کر وقت کے حاکموں تک کو پیغام حق پہنچایا ہے اور اس فرض کو نہایت احسن طور سے سرانجام دیا ہے، حضور فرماتے ہیں:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب...... (الشعراء:215) کا حکم ہوا تو آپ نے نام بنام سب کو خدا کا پیغام پہنچا دیا، ایسا ہی میں نے بھی کئی مرتبہ عورتوں اور مردوں کو مختلف موقعوں پر (دعوت الی اللہ) کی ہے اور اب بھی کبھی گھر میں وعظ سنایا کرتا ہوں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 584)

دانتوں کی صفائی کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تاکیدی ہدایات احادیث میں موجود ہیں اور روزانہ منہ اور دانتوں کی صفائی آپؐ کا معمول تھا چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ مسواک کیا کرتے تھے (سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب غسل السواک)۔ حضرت اقدس مسیح موعود کی زندگی میں بھی یہ فعل روزمرہ کے معمولات میں سے نظر آتا ہے ایڈیٹر صاحب اخبار "بدر" حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں:۔

حضرت صاحب مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں اور علاوہ مسواک کے اور مختلف چیزوں سے دن میں کئی دفعہ دانتوں کو صاف کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی بھی یہی سنّت تھی پس سب کو چاہیے کہ اس طرف بھی توجہ رکھا کریں۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 157,158)

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب آپ کی مسواک کی عادت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

حضرت صاحب مسواک بہت پسند فرماتے تھے تازہ کیکر کی مسواک کیا کرتے تھے گو التزاماً نہیں وضو کے وقت صرف انگلی سے ہی مسواک کرلیا کرتے تھے، مسواک کئی دفعہ کہہ کر مجھ سے بھی منگائی ہے اور دیگر خادموں سے بھی منگوایا کرتے تھے اور بعض اوقات نماز اور وضو کے علاوہ بھی استعمال کرتے تھے۔

(سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت نمبر 639)

عیادت مرضیٰ کا پہلو بھی آپ کی ذات میں نمایاں تھا، مریضوں کی تیمارداری کے حوالے سے بے شمار واقعات تاریخ احمدیت میں محفوظ ہیں دیگر اخلاق حسنہ کی طرح یہ خُلق بھی قدرت کی طرف سے آپ کے وجود میں ودیعت کیا گیا تھا پھر جب آپ نے اپنے آقا حضرت رسول کریم ﷺ کے تعامل میں اس کو دیکھا اور آپؐ کے قول عُوْدُوا الْمَرِيْضَ (بخاری کتاب المرضیٰ باب وجوب عیادۃ المریض) کی تاکید پائی تو پیرویٔ رسول میں بھی اس پہلو کو بجالاتے، ایک مرتبہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو ان کی بیماری کے موقع پر تحریر فرمایا:۔

......غائبانہ آپ کی شفاء کے لئے دعا کرتا ہوں مگر چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس آکر سنت عیادت کا ثواب بھی حاصل کروں......

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم صفحہ 111,112 مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

جس زمانے میں حضرت اقدس نے آنکھ کھولی اُس زمانے میں لوگ بہت سے اختلافی مسائل کا شکار تھے، بعض قرآنی آیات کے استنباط میں مختلف آراء تھیں حضور نے بحیثیت حَکَم ان اختلافی مسائل کا حل بتایا۔ حضور قرآنی آیات کی تفسیر قرآن کے علاوہ سنت نبوی سے بھی ڈھونڈتے تھے اور اس کے ذریعہ قرآنی آیات کے مختلف معانی کو کھولتے مثلاً پاؤں پر مسح کا مسئلہ بعض حلقوں میں ایک غیر ضروری بحث کا رنگ اختیار کر گیا تھا حضور کے ایک رفیق حضرت چوہدری رستم علی صاحب یکے از 313 (وفات 11 جنوری 1909ء بہشتی مقبرہ قادیان) نے اس اُلجھن کا حل حضرت اقدس سے دریافت فرمایا تو آپ نے اس عقدے کا حل اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی فعل سے ہی اخذ فرمایا چنانچہ حضور نے اپنے اس رفیق کو بذریعہ خط جواباً تحریر فرمایا:

پاؤں کے مسح کی بابت یہ تحقیق ہے کہ آیت کی عبارت پر نظر ڈالنے سے نحوی قاعدہ کی رُو سے دونوں طرح کے معنے نکلتے ہیں یعنی غسل کرنا اور مسح کرنا اور پھر ہم نے جب متواتر آثار نبویہ کی رو سے دیکھا تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کو دھوتے تھے اس لیے وہ پہلے معنے غسل کرنا معتبر سمجھے گئے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر سوم صفحہ 78 مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ الیکٹرک پریس امرتسر)

آپ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "براہین احمدیہ" میں آنحضرت ﷺ کی مدح میں فرماتے ہیں:

اتباعش آں دہد دل را کشاد
کش نہ بیند کس بصد سالہ جہاد

یعنی اس (آنحضرت ﷺ) کی پیروی دل کو اس قدر انشراح بخشے کہ کوئی سو سال جہاد کر کے بھی نہ پائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مسیح موعود کے اتباعِ تعامل (سنت) نبوی کے متعلق فرماتے ہیں:

ایک مسئلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ میری عقل اس صورت میں یوں چاہتی ہے مگر تعامل اس کے خلاف تھا اس لیے آپ نے فرمایا کہ اس کے متعلق تلاش کرو کوئی حوالہ مل جائے، جب نہ ملا تو آپ نے تعامل کے مطابق ہی عمل کیا حالانکہ آپ حکم و عدل تھے۔ (الفضل 12 جون 1922ء صفحہ 7 کالم 2)

حضرت حکیم قطب الدین صاحب بدوملہوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا کہ سب باتوں کی کلید یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہو۔

(الحکم 7 اگست 1935ء صفحہ 4 کالم 2)

حضور اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم گواہی دیتے ہیں اور اپنے تجربہ کی بنا پر گواہی دیتے ہیں کہ جب تک انسان اپنے اندر خدا تعالیٰ کی مرضی اور سنّتِ نبویؐ کے موافق تبدیلی نہیں کرتا اور پاکیزگی کی راہ اختیار نہیں کرتا تو خواہ اس کے قلب سے ہی آواز آتی ہو وہ زہر جو انسان کی روحانیت کو ہلاک کر دیتی ہے دور نہیں ہوسکتی، روحانیت کی نشو و نما اور زندگی کے لیے صرف ایک ہی ذریعہ خدا تعالیٰ نے رکھا ہے اور وہ اِتباعِ رسولؐ ہے......

پس میری نصیحت یہی ہے کہ ان خیالات سے بالکل الگ رہو اور وہ طریق اختیار کرو جو خدا تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے.... اس لیے تقویٰ اختیار کرو، سنت نبویؐ کی عزت کرو اور اس پر قائم ہو کر دکھاؤ جو قرآن شریف کی تعلیم کا اصل فخر یہی ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 558,559)

اسی طرح ایک موقع پر آپ نے "سالک" کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

......سالک پر لازم ہے کہ اپنے تمام حرکت و سکون و قول و فعل میں، اوامر اور نواہی میں اللہ کی متابعت اختیار کرے اور کسی حالت میں قَالَ اللّٰهُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ سے باہر نہ جائے اور جو کچھ دوسرے لوگ اپنے نفس کی متابعت سے کرتے ہیں وہ اپنے رسول کی متابعت سے بجالاوے اور اپنے اعمال اور اقوال میں کوئی ایسی جگہ خالی نہ چھوڑے جس میں نفس کو کچھ دخل دینے کی گنجائش ہو پس جبکہ کامل طور پر اتباع سنت میسر آجائے گا اور ایک ذرّہ نفس کی پیروی نہیں رہے گی بلکہ ظاہر و باطن متابعت رسول کریم سے منور ہوجائے گا تو یہ وہ حالت ہے جس کا نام فنا بامر اللہ ہے۔ مگر ہائے افسوس کہ اس پُرظلمت زمانہ میں بجائے اس کے کبریت احمر کا قدر کریں اکثروں کو اس طریق سے بغض ہے اور اتباع سنّت سے ایک چڑ ہے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ 49,50 از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب۔ کارخانہ انوار احمدیہ مشین پریس قادیان 29 دسمبر 1908ء)

☆☆☆

مرزا خلیل احمد قمر صاحب

حضرت مسیح موعود کی پاکیزہ جوانی کے بارے میں

شمس العلماء سید میر حسن صاحب سیالکوٹی کے تاثرات

حضرت اقدس مسیح موعود کے قیام سیالکوٹ 1864ء اور 1868ء کے زمانہ میں مولانا سید میر حسن صاحب کا تعلق حضرت اقدس سے رہا۔ اس پس منظر میں یہ نوٹ ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

سید میر حسن صاحب کا تعارف

مولانا سید میر حسن صاحب 8/اپریل 1844ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام سید محمد شاہ صاحب تھا۔ شروع میں دستور کے مطابق آپ کو مسجد میں داخل کرا دیا گیا جہاں آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ آپ نے علوم مروجہ کی تحصیل ملا محبوب عالم سیالکوٹی سے حاصل کی اور ملا بشیر احمد صاحب سے صرف ونحو اور عربی ادب کی تکمیل کی۔ تعلیم سے فارغ ہونے پر آپ سیالکوٹ میں سکاچ مشن سکول واقع غلہ (المعروف کنک) منڈی میں بحیثیت استاد مقرر ہوئے یہی سکول جب ترقی پا کر مرے کالج بنا تو موصوف علوم شرقیہ کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ آپ 1873 تا 1928ء اسی تعلیمی ادارے سے منسلک رہے۔ مرے کالج میں ایک ہال میر حسن کے نام سے منسوب ہے۔ آپ مطالعہ کے بہت شوقین تھے اور بعض اوقات ضخیم کتب کا رات بھر میں مطالعہ کر لیتے تھے۔ اسی طرح ایک نایاب کتاب نجوم القرآن رات بھر میں نقل کر لی۔

مولوی صاحب حضرت حکیم میر حسام الدین کے چچا زاد بھائی تھے اور کوچہ حسام الدین میں رہائش رکھتے تھے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (مسیح موعود) جب 1864ء تا 1868ء بسلسلہ ملازمت سیالکوٹ میں مقیم تھے تو اسی کوچہ میں رہائش رکھتے رہے اور بعد میں جب سیالکوٹ تشریف لاتے رہے تو یہاں ہی قیام رکھتے رہے۔ اس طرح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اس محلّہ کے رہنے والوں حکیم میر حسام الدین صاحب، مولوی محبوب عالم صاحب، علامہ اقبال کے والد شیخ نور محمد صاحب، مولوی میر حسن صاحب، فضل الدین صاحب حکیم منصب علی صاحب، لالہ بھیم سین صاحب اور منشی غلام قادر فصیح صاحب (ہم زلف حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل) شیخ الہ داد صاحب، فضل دین صاحب وغیرہ احباب سے روابط تھے اور یہ لوگ اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود بھی ان کی مجالس میں تشریف لے جاتے تھے اور دینی مسائل پر تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا۔ ملازمت ختم کرنے کے بعد بھی آپ کا ان احباب سے مضبوط تعلق قائم رہا۔ جب سیالکوٹ تشریف لاتے تو دینی مسائل زیر غور آتے۔ 1877ء کا ذکر سید میر حسن صاحب نے بھی اپنی تحریر میں کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی آپ سیالکوٹ تشریف لے جاتے رہے ہوں۔ یہ احباب حضرت مسیح موعود کے پاکیزہ اخلاق نیکی تقویٰ و طہارت کے عینی شاہد تھے اس لئے جب 1889ء میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو سیالکوٹ کے بہت سے احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوگئے پھر آپ فروری 1892ء میں سیالکوٹ تشریف لے گئے اور اپنے پرانے احباب سے ملاقات کا موقع ملا۔ اور ان کے سامنے اپنی دعویٰ سے قبل کی زندگی کو پیش کیا کہ نو جوانی کے حالات کے تم لوگ خود گواہ ہو فقد لبثت فیکم عمرا کے مطابق میری زندگی کا جائزہ لے کر دیکھ لو۔ چنانچہ میر حکیم حسام الدین صاحب مع اہل خانہ منشی غلام قادر فصیح صاحب اور علامہ اقبال کے والد شیخ نور محمد صاحب وغیرہ جماعت احمدیہ میں شامل ہوگئے۔

میر صاحب کے چچا زاد حضرت میر حسام الدین صاحب حضرت مسیح موعود کے مخلص رفیق تھے اور ان کی اولاد حضرت سید میر حامد شاہ صاحب، سید محمود شاہ صاحب بھی حضرت اقدس کے رفقاء 313 میں شامل تھے۔ میر صاحب کے چھوٹے بھائی سید عبدالغنی صاحب محکمہ ڈاک میں ملازم تھے۔ 1916-1917ء میں قادیان میں متعین تھے۔ ان کے بیٹے سید نذیر نیازی صاحب (یہ نام ان کے دوستوں میں معروف ہوا۔ ناقل) تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں نویں دسویں جماعت میں زیر تعلیم رہے ہیں۔

جب علامہ اقبال ملکی خدمت کے صلہ میں سر کے خطاب سے نوازے گئے تو علامہ اقبال نے پہلے اپنے استاد میر حسن صاحب کو شمس العلماء کا خطاب دینے کا مطالبہ کیا۔ متعلقہ اتھارٹی نے سید میر حسن کی کسی تصنیف کا مطالبہ کیا تو علامہ نے کہا کہ میں ان کی زندہ کتاب ہوں۔ اس پر وہ شمس العلماء کے خطاب سے نوازے گئے۔

پہلے اہل حدیث مسلک تھا پھر سر سید احمد خاں کی تحریک سے وابستہ ہو گئے۔ سر سید کی دعوت پر محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں شریک ہوتے رہے۔ مولوی نذیر احمد صاحب، علامہ شبلی نعمانی اور مولانا محمد حسین آزاد سے گہرے تعلقات تھے۔ ایک دفعہ صاحبزادہ عبدالقیوم خاں نے اسلامیہ کالج پشاور میں ملازمت کی پیشکش کی مگر آپ نے جانے سے انکار کر دیا۔ آخری عمر میں آپ کی بینائی ختم ہوگئی تھی جس کی وجہ سے آپ کو چلنے پھرنے اور ملازمت میں دقت پیش آئی۔ اور آپ چارپائی کے ہو کر رہ گئے اور 25/ستمبر 1929ء کو وفات پائی۔

مولانا موصوف حلم، اخلاق، غریب نوازی اور راست بازی کے جمیع اوصاف کے حامل تھے۔ بذلہ سنجی، حاضر جوابی اور مزاح کے اوصاف نمایاں تھے۔ اپنے شاگردوں کے ساتھ خاص شفقت اور الفت سے پیش آتے۔ ان کے شاگردوں میں مسلمان ہندو، سکھ اور عیسائی شامل تھے۔ جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

علامہ اقبال، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا احمد دین، جناب امین حزیں، مولانا ظفر اقبال، ڈی۔ای۔ایس جناب فیض احمد فیض، جناب عبدالقیوم ڈی ای ایس ڈی۔ جسٹس کنور سین، سردار کھڑک سنگھ، سردار حضورا سنگھ، سردار گنڈا سنگھ، پنڈت بیلی رام، وکیل لالہ نرنجن داس، جمشید علی راٹھور، جناب آغا صفدر، پروفیسر محمد دین بھٹی وغیرہ۔

حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد سلسلہ احمدیہ کے اولین مورخ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم نے حضرت مسیح موعود کے قیام سیالکوٹ کے دوران کے واقعات اور حالات معلوم کرنے کے لئے سید میر حسن صاحب سے رابطہ کیا۔ حضرت شیخ صاحب کے مطالبہ پر آپ نے پہلا بیان تحریراً بھجوایا جو الحکم میں شائع کر دیا گیا تھا۔ بعد میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرۃ المہدی کے لئے سید میر حسن صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے دوسرا بیان تحریر کر کے بھجوایا یہ دونوں بیانات سیرۃ المہدی جلد اوّل میں شائع شدہ ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ جس سے حضرت اقدس کے شمائل واخلاق فاضلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

سید میر حسن صاحب کا بیان

’’حضرت مرزا صاحب 1864ء میں بتقریب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام فرمایا چونکہ آپ عزلت پسند اور پارسا اور فضول ولغو سے مجتنب اور مُحترز تھے۔ اس واسطے عام لوگوں کی ملاقات جو اکثر تضیعِ اوقات کا باعث ہوتی ہے۔ آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔ لالہ بھیم سین صاحب وکیل، جن کے نانا مٹھن لال صاحب بٹالہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ تھے، اُن کے بڑے رفیق تھے اور چونکہ بٹالہ میں مرزا صاحب اور لالہ صاحب آپس میں تعارف رکھتے تھے اس لئے سیالکوٹ میں بھی اُن سے اتحاد کامل رہا۔ پس سب سے کامل دوست مرزا صاحب کے اگر اس شہر میں تھے تو لالہ صاحب ہی تھے اور چونکہ لالہ صاحب سلیم طبع اور لیاقت زبان فارسی اور ذہن رسا رکھتے تھے۔ اس سبب سے بھی مرزا صاحب کو علم دوست ہونے کے باعث ان سے بہت محبت تھی۔

مرزا صاحب کی علمی لیاقت سے کچہری والے آگاہ نہ تھے مگر چونکہ اسی سال کے اوائل گرما میں ایک عرب نوجوان محمد صالح نام شہر میں وارد ہوئے اور ان پر جاسوسی کا شبہ ہوا تو ڈپٹی کمشنر صاحب نے جن کا نام پرکسن تھا (اور پھر وہ آخر میں کمشنر راولپنڈی کی کمشنری کے ہو گئے تھے) محمد صالح کو اپنے محکمہ میں بغرض تفتیش حالات طلب کیا۔ ترجمان کی ضرورت تھی۔ مرزا صاحب چونکہ عربی میں کامل استعداد رکھتے تھے اور عربی زبان میں تحریر وتقریر بخوبی کر سکتے تھے۔ اس واسطے مرزا صاحب کو بلا کر حکم دیا کہ جو جو بات ہم کہیں عرب صاحب سے پوچھو اور جو جواب وہ دیں اُردو میں ہمیں لکھواتے جاؤ۔ مرزا صاحب نے اس کام کو کماحقہٗ ادا کیا اور آپ کی لیاقت لوگوں پر منکشف ہوئی۔

اس زمانہ میں مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے۔ (اب اس عہدہ کا نام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہے) کچہری کے ملازم منشیوں کے لئے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ صاحب جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنر ہیں استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔

مرزا صاحب کو اس زمانہ میں مذہبی مباحثہ کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ پادری صاحبوں سے اکثر مباحثہ رہتا تھا ایک دفعہ پادری الائشہ صاحب جو دیسی عیسائی پادری تھے اور حاجی پورہ سے جانب جنوب کی کوٹھیوں میں سے ایک کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔ مباحثہ ہوا۔ پادری صاحب نے کہا کہ عیسوی مذہب قبول کرنے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ نجات کی تعریف کیا ہے؟ اور نجات سے آپ کیا مراد رکھتے ہیں؟ مفصّل بیان کیجئے۔ پادری صاحب نے کچھ مفصّل تقریر نہ کی۔ اور مباحثہ ختم کر بیٹھے اور کہا کہ

مَیں اس قسم کی منطق نہیں پڑھا۔

پادری بٹلر صاحب ایم اے سے جو بڑے فاضل اور محقق تھے۔ مرزا صاحب کا مباحثہ بہت دفعہ ہوا۔ یہ صاحب موضع گوہد پور کے قریب رہتے تھے۔ ایک دفعہ پادری صاحب فرماتے تھے کہ مسیح کو بے باپ پیدا کرنے میں یہ سِرّ تھا کہ وہ کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور آدم کی شرکت سے جو گنہگار تھا بَری رہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ مریم بھی تو آدم کی نسل سے ہے۔ پھر آدم کی شرکت سے بریت کیسے؟ علاوہ ازیں عورت ہی نے تو آدم کو ترغیب دی جس سے آدم نے درختِ ممنوع کا پھل کھایا اور گنہگار ہوا۔ پس چاہیئے تھا کہ مسیح عورت کی شرکت سے بھی بَری رہتے۔ اس پر پادری صاحب خاموش ہوگئے۔

پادری بٹلر صاحب مرزا صاحب کی بہت عزت کرتے تھے اور بڑے ادب سے اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ پادری صاحب کو مرزا صاحب سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ پادری صاحب ولایت جانے لگے تو مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے کچہری میں تشریف لائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے پادری صاحب سے تشریف آوری کا سبب پوچھا تو پادری صاحب نے جواب دیا کہ مَیں مرزا صاحب سے ملاقات کرنے کو آیا تھا۔ چونکہ مَیں وطن جانے والا ہوں۔ اس لئے اُن سے آخری ملاقات کروں گا۔ چنانچہ جہاں مرزا صاحب بیٹھے تھے وہیں چلے گئے اور فرش پر بیٹھے رہے اور ملاقات کر کے چلے گئے۔

چونکہ مرزا صاحب پادریوں کے ساتھ مباحثہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس واسطے مرزا شکستہ تخلّص نے جو بعد ازاں موحّدِ تخلّص کیا کرتے تھے اور مُراد بیگ نام جالندھر کے رہنے والے تھے مرزا صاحب کو کہا کہ سیّد احمد خاں صاحب نے تورات و انجیل کی تفسیر لکھی ہے آپ ان سے خط و کتابت کریں اس معاملہ میں آپ کو بہت مدد ملے گی۔ چنانچہ مرزا صاحب نے سرسیّد کو عربی میں خط لکھا۔

کچہری کے منشیوں سے، شیخ الہ داد صاحب مرحوم سابق محافظ دفتر سے بہت اُنس تھا اور نہایت پکّی اور سچّی محبت تھی۔ شہر کے بزرگوں سے ایک مولوی صاحب محبوب عالم نام سے جو عزلت گزیں اور بڑے عابد اور پارسا اور نقشبندی طریق کے صوفی تھے۔ مرزا صاحب کو دلی محبت تھی۔

چونکہ جس بیٹھک میں مرزا صاحب معہ حکیم منصب علی کے جو اس زمانہ میں وثیقہ نویس تھے رہتے تھے اور وہ سَر بازار تھی اور اس دوکان کے بہت قریب تھی۔ جس میں حکیم حسام الدین صاحب مرحوم سامان دوا سازی اور دوا فروشی اور مطب رکھتے تھے۔ اس سبب سے حکیم صاحب اور مرزا صاحب میں تعارف ہو گیا چنانچہ حکیم صاحب نے مرزا صاحب سے قانونچہ اور موجز کا بھی کچھ حصہ پڑھا۔

چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کردی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے اور کیونکر ہوتے وہ دنیوی اشغال کے لئے بنائے نہیں گئے تھے۔ سچ ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ان دنوں پنجاب یونیورسٹی نئی نئی قائم ہوئی تھی اس میں عربی استاد کی ضرورت تھی۔ جس کی تنخواہ ایک سو روپیہ ماہوار تھی۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی۔ آپ درخواست بھیج دیں۔ چونکہ آپ کی لیاقت عربی زبان دانی کے لحاظ سے نہایت کامل ہے آپ ضرور اس عہدہ پر مقرر ہو جائیں گے۔ فرمایا۔ مَیں مدرسی کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اکثر لوگ پڑھ کر بعد ازاں بہت شرارت کے کام کرتے ہیں اور علم کو ذریعہ اور آلہ ناجائز کاموں کا بناتے ہیں۔ میں اس آیت کی وعید سے بہت ڈرتا ہوں۔ (الصّٰفّٰت : ۲۳) اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے نیک باطن تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ انبیاء کو احتلام کیوں نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ انبیاء سوتے جاگتے پاکیزہ خیالوں کے سوا کچھ نہیں رکھتے اور ناپاک خیالوں کو دل میں آنے نہیں دیتے اس واسطے ان کو خواب میں بھی احتلام نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ لباس کے بارہ میں ذکر ہو رہا تھا۔ ایک کہتا کہ بہت کھلی اور وسیع موہری کا پاجامہ اچھا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہندوستانی اکثر پہنتے ہیں دوسرے نے کہا کہ تنگ موہری کا پاجامہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ بلحاظ سترِ عورت تنگ موہری کا پاجامہ بہت اچھا اور افضل ہے اور اس میں پردہ زیادہ ہے کیونکہ اس کی تنگ موہری کے باعث زمین سے بھی ستر عورت ہو جاتا ہے۔ سب نے اس کو پسند کیا۔

آخر مرزا صاحب نوکری سے دل برداشتہ ہو کر استعفیٰ دے کر 1868ء میں یہاں سے تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ 1877ء میں آپ تشریف لائے اور لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا اور بتقریب دعوت حکیم میر حسام الدین صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔

اسی سال سرسیّد احمد خاں صاحب نے قرآن شریف کی تفسیر شروع کی تھی۔ تین رکوع کی تفسیر یہاں میرے پاس آ چکی تھی۔ جب مَیں اور شیخ الہ داد صاحب مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر گئے تو اثناء گفتگو میں سرسیّد صاحب کا ذکر شروع ہوا۔ اتنے میں تفسیر کا ذکر بھی آ گیا۔ راقم نے کہا کہ تین رکوعوں کی تفسیر آ گئی ہے جس میں دُعا اور نزول وحی کی بحث آ گئی ہے۔ فرمایا۔ کل جب آپ آویں تو تفسیر لیتے آویں جب دوسرے دن وہاں گئے تو تفسیر کے دونوں مقام آپ نے سنے اور سن کر خوش نہ ہوئے اور تفسیر کو پسند نہ کیا۔ راقم میر حسن''

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ 154۔158)

دوسرا بیان

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی درخواست پر بعض مزید حالات لکھ کر ارسال کئے تھے۔ صاحبزادہ صاحب موصوف کے نام خط میں مولانا سید میر حسن صاحب لکھتے ہیں۔

''حضرت مخدوم زادہ والاشان سمو المکان زاد الطافکم

بعد از سلام مسنون عرض خدمت والا یہ ہے کہ چند در چند عوائق وموانع کے باعث ارشاد کی تعمیل میں دیر واقع ہوئی۔ اُمید ہے آپ معاف فرمائیں گے چونکہ عرصہ دراز گذر چکا ہے اور اس وقت کی یہ باتیں چنداں قابل توجہ اور التفات نہیں خیال کی جاتی تھیں اس واسطے اکثر فراموش ہوگئیں۔ جو یاد کرنے میں بھی یاد نہیں آتیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ادنیٰ تامل سے بھی دیکھنے والے پر واضح ہو جاتا تھا کہ حضرت اپنے ہر قول و فعل میں دوسروں سے ممتاز ہیں۔

فقط راقم۔ جناب کا ادنیٰ خادم نیاز مند میر حسن

26 نومبر 1923ء''

تیسرا بیان

حضرت مولانا سید میر حسن صاحب بیان کرتے ہیں: ''حضرت مرزا صاحب پہلے محلّہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پُر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے عمرا نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہوکر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حسب عادت زمانہ صاحبِ حاجات جیسے اہلکاروں کے پاس جاتے ہیں ان کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے۔ اس عمرا مالک مکان کے بڑے بھائی فضل دین نام کو جو فی الجملہ محلّہ میں موقّر تھا۔ آپ بلا کر فرماتے۔ میاں فضل دین! ان لوگوں کو سمجھا دو کہ یہاں نہ آیا کریں نہ اپنا وقت ضائع کریں اور نہ میرے وقت کو برباد کریں۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ مَیں حاکم نہیں ہوں۔ جتنا کام میرے متعلق ہوتا ہے۔ کچہری میں ہی کر آتا ہوں۔ فضل دین ان لوگوں کو سمجھا کر نکال دیتے۔ مولوی عبدالکریم صاحب بھی اسی محلّہ میں پیدا ہوئے اور جوان ہوئے جو آخر میں مرزا صاحب کے خاص مقربین میں شمار ہوئے۔

اس کے بعد وہ مسجد جامع کے سامنے ایک بیٹھک میں بمعہ منصب علی حکیم کے رہا کرتے تھے وہ (یعنی منصب علی) وثیقہ نویسی کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ بیٹھک کے قریب ایک شخص فضل دین نام بوڑھے دکاندار تھے جو رات کو بھی دکان پر ہی رہا کرتے تھے۔ اُن کے اکثر احباب شام کے بعد ان کی دوکان پر آ جاتے تھے چونکہ شیخ صاحب پارسا آدمی تھے اس لئے جو وہاں شام کے بعد آتے۔ سب اچھے ہی آدمی ہوتے تھے کبھی کبھی مرزا صاحب بھی تشریف لایا کرتے تھے اور گاہ گاہ نصراللہ نام عیسائی جو ایک مشن سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے آ جایا کرتے تھے مرزا صاحب اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی اکثر بحث مذہبی امور میں ہو جاتی تھی۔ مرزا صاحب کی تقریر سے حاضرین مستفید ہوتے تھے۔

مولوی محبوب عالم صاحب ایک بزرگ نہایت پارسا اور صالح اور مرتاض شخص تھے۔ مرزا صاحب ان کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے۔ اور لالہ بھیم سین صاحب کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرو۔...... جب کبھی بیعت اور پیری مریدی کا تذکرہ ہوتا۔ تو مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو خود سعی اور محنت کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب اس سے کشیدہ ہو جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیعت کے بغیر راہ نہیں ملتی۔

دینیات میں مرزا صاحب کی سبقت اور پیشروی تو عیاں ہے مگر ظاہری جسمانی دوڑ میں بھی آپ کی سبقت اس وقت کے حاضرین پر صاف ثابت ہو چکی تھی۔

اس کا مفصل حال یوں ہے کہ ایک دفعہ کچہری برخاست ہونے کے بعد جب اہلکار گھروں کو واپس ہونے لگے۔ تو اتفاقاً تیز دوڑنے اور مسابقت کا ذکر شروع ہو گیا۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں بہت دوڑ سکتا ہوں۔ آخر ایک شخص بلّا سنگھ نام نے کہا کہ میں سب سے دوڑنے میں سبقت لے جاتا ہوں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑو۔ تو ثابت ہو جائے گا کہ کون بہت دوڑتا ہے۔ آخر شیخ الہ داد صاحب منصف مقرر ہوئے۔ اور یہ امر قرار پایا کہ یہاں سے شروع کر کے اس پل تک جو کچہری کی سڑک اور شہر میں حد فاصل ہے۔ ننگے پاؤں دوڑو۔ جوتیاں ایک آدمی نے اُٹھالیں۔ اور پہلے ایک شخص اس پُل پر بھیجا گیا۔ تاکہ وہ شہادت دے کہ کون سبقت لے گیا۔ اور پہلے پل پر پہنچا۔ مرزا صاحب اور بلّا سنگھ ایک ہی وقت میں دوڑے اور باقی آدمی معمولی رفتار سے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب پل پر پہنچے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب سبقت لے گئے اور بلا سنگھ پیچھے رہ گیا۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل طبع ثانی صفحہ 270-272)

خاص بندے

ایک دفعہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سیالکوٹ میں سید میر حسن صاحب سے ملے تو انہوں نے چشم پُر آب ہو کر فرمایا: ''افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی۔ بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی ہی آتے ہیں۔''

(الحکم 7 اپریل 1934ء صفحہ 3)

☆......☆......☆

اردو درثمین کی شرح حضرت مسیح موعودؑ ہی کے روح پرور نثری کلام سے

مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت

"سلطان القلم" کے بیشمار علمی معجزوں میں سے ایک زبردست معجزہ ایک صدی گزرنے کے باوجود ابھی تک منظر عام پر پوری شان اور آب و تاب سے نہیں آسکا اور وہ یہ کہ حضرت اقدس کے پیدا کردہ انقلابی لٹریچر کا نفیس ترین خلاصہ آپ کے شعری کلام میں پوری فصاحت و بلاغت کے ساتھ جلوہ گر ہے بالفاظ دیگر اگر کوئی طالب حق اگر اردو دان ہے تو اسے درثمین اردو پڑھنی چاہئے اگر افغانستان اور ایران کا باشندہ ہے تو اسے درثمین فارسی سے حضور کے پورے علم کلام کا مکمل نقشہ مل جائے گا۔ اسی طرح دیار رسول کے خوش نصیب بزرگوں نیز مصر، اردن، شام، فلسطین، امارات متحدہ کے مکینوں کو حضرت مسیح موعود کے لٹریچر تک رسائی درثمین عربی کے مطالعہ سے بالکل آسانی ہو جائے گی۔ ع

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

اب ذیل میں عاجز راقم نمونۂ اردو درثمین کے چند اشعار کی تشریح و توضیح حضرت اقدس کے رقم فرمودہ نثری کلام سے ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے اور اس سفر علم و عرفان کی روشنی کے لئے خاکسار نے صرف حضرت اقدس کا لیکچر جلسہ اعظم مذاہب لاہور (دسمبر 1896ء) پیش نظر رکھا ہے، کیونکہ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس اعجازی مضمون کی نسبت حضور نے 21 دسمبر 1896ء کے اشتہار میں الہام ربانی سے پیشگوئی فرمائی۔

"مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد...... قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص 615)

پہلا شعر

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

شرح:۔

"جب تک خود خدائے تعالیٰ اپنے موجود ہونے کو اپنے کلام سے ظاہر نہ کرے جیسا کہ اس نے اپنے کلام سے ظاہر کیا تب تک صرف کام کا ملاحظہ تسلی بخش نہیں ہے۔ مثلاً اگر ہم ایک ایسی کوٹھڑی کو دیکھیں جس میں یہ بات عجیب ہو کہ اندر سے کنڈیاں لگائی گئی ہیں تو اس فعل سے ہم ضرور اول یہ خیال کریں گے کہ کوئی انسان اندر ہے جس نے اندر سے زنجیر کو لگایا ہے کیونکہ باہر سے اندر کی زنجیروں کو لگانا غیر ممکن ہے لیکن جب ایک مدت تک بلکہ برسوں تک باوجود بار بار آواز دینے کے اس انسان کی طرف سے کوئی آواز نہ آوے تو آخر یہ رائے ہماری کہ کوئی اندر ہے بدل جائے گی اور یہ خیال کریں گے کہ اندر کوئی نہیں بلکہ کسی حکمت عملی سے اندر کی کنڈیاں لگائی گئی ہیں۔ یہی حال ان فلاسفروں کا ہے۔ جنہوں نے صرف فعل کے مشاہدہ پر اپنی معرفت کو ختم کر دیا ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے جو خدا کو ایک مردہ کی طرح سمجھا جائے جس کو قبر سے نکالنا صرف انسان کا کام ہے اگر خدا ایسا ہے جو صرف انسانی کوشش نے اس کا پتہ لگایا ہے تو ایسے خدا کی نسبت ہماری سب امیدیں عبث ہیں۔ بلکہ خدا تو وہی ہے جو ہمیشہ سے اور قدیم سے آپ انا الموجود کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف بلاتا رہا ہے۔ یہ بڑی گستاخی ہوگی کہ ہم ایسا خیال کریں کہ اس کی معرفت میں انسان کا احسان اس پر ہے اور اگر فلاسفر نہ ہوتے تو گویا وہ گم کا گم ہی رہتا اور یہ کہنا کہ خدا کیونکر بول سکتا ہے۔ کیا اس کی زبان ہے؟ یہ بھی ایک بڑی بیباکی ہے۔ کیا اس نے جسمانی ہاتھوں کے بغیر تمام آسمانی اجرام اور زمین کو نہیں بنایا۔ کیا وہ جسمانی آنکھوں کے بغیر تمام دنیا کو نہیں دیکھتا۔ کیا وہ جسمانی کانوں کے بغیر ہماری آوازیں نہیں سنتا۔ پس کیا ضروری نہ تھا کہ اسی طرح وہ کلام بھی کرے۔ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ خدا کا کلام کرنا آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 ص 366)

دوسرا شعر

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اُس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا

شرح:۔

انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں۔ ایک برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسی وقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے یہ روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف جھکا جاتا ہے اور طبعاً ماں کی محبت رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفۂ فطرت اس کا کھلتا جاتا ہے۔ یہ کشش محبت جو اس کے اندر چھپی ہوئی تھی۔ اپنا رنگ و روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسی جگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اس کا اسی کے کنار عاطفت میں ہوتا ہے اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور ڈال دیا جاوے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا۔ سو وہ کشش محبت جو اس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے۔ وہ کیا چیز ہے؟

درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے۔ درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے درحقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 ص 364,363)

تیسرا شعر

تیرے منہ کی بھوک نے دل کو کیا زیر و زبر
اے مرے فردوس اعلیٰ اب گرا مجھ پر ثمار

شرح:۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اس کی خدا میں ہی ہو جائے۔ یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہا جاتا ہے۔ اس حالت میں انسان اپنے کامل صدق اور صفا اور وفا کے بدلہ میں ایک نقد بہشت پالیتا ہے اور دوسرے لوگوں کی بہشت موعود پر نظر ہوتی ہے اور یہ بہشت موجود میں داخل ہوتا ہے۔ اسی درجہ پر پہنچ کر انسان سمجھتا ہے کہ وہ عبادت جس کا بوجھ اس کے سر پر ڈالا گیا ہے۔ درحقیقت وہی ایک ایسی غذا ہے جس سے اس کی روح نشوونما پاتی ہے اور جس پر اس کی روحانی زندگی کا بڑا بھاری مدار ہے اور اس کے نتیجہ کا حصول کسی دوسرے جہان پر موقوف نہیں ہے۔ اسی مقام پر یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ وہ ساری ملامتیں جو نفس لوامہ انسان کو اس کی ناپاک زندگی پر کرتا ہے اور پھر بھی نیک خواہشوں کو اچھی طرح ابھار نہیں سکتا اور بری خواہشوں سے حقیقی نفرت نہیں دلا سکتا اور نہ نیکی پر ٹھہرنے کی پوری قوت بخش سکتا ہے اس پاک تحریک سے بدل جاتی ہیں جو نفس مطمئنہ کے نشوونما کا آغاز ہوتی ہے اور اس درجہ پر پہنچ کر وقت آجاتا ہے کہ انسان پوری فلاح حاصل کرے اور اب تمام نفسانی جذبات خود بخود افسردہ ہونے لگتے ہیں اور روح پر ایک ایسی طاقت افزا ہوا چلنے لگتی ہے جس سے انسان پہلی کمزوریوں کو ندامت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس وقت انسانی سرشت پر ایک بھاری انقلاب آتا ہے اور عادت میں ایک تبدل عظیم پیدا ہوتا ہے اور انسان اپنی پہلی حالتوں سے بہت ہی دور جا پڑتا ہے، دھویا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے اور خدا نیکی کی محبت کو اپنے ہاتھ سے اس کے دل میں لکھ دیتا ہے اور بدی کا گند اپنے ہاتھ سے اس کے دل سے باہر پھینک دیتا ہے۔ سچائی کی فوج سب کی سب دل کے شہرستان میں آجاتی ہے اور فطرت کے تمام برجوں پر راستبازی کا قبضہ ہو جاتا ہے اور حق کی فتح ہوتی ہے اور باطل بھاگ جاتا ہے اور اپنے ہتھیار پھینک دیتا ہے۔ اس شخص کے دل پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور ہر ایک قدم خدا کے زیر سایہ چلتا ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 ص 378)

چوتھا شعر

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

شرح:۔

قانون قدرت میں ہمیشہ یہ بات مشہور اور مرئی ہے کہ ضرورتوں کے وقت آسمان سے بارش ہوتی ہے اور تمام مدار زمین کی سرسبزی کا آسمان کی بارش پر ہے۔ اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو رفتہ رفتہ کنوئیں بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ پس دراصل زمین کے پانی کا وجود بھی آسمان کی بارش پر موقوف ہے۔ اسی وجہ سے جب کبھی آسمان سے پانی برستا ہے تو زمین کے کنوؤں کا پانی چڑھ آتا ہے۔ کیوں چڑھ آتا ہے؟ اس کا یہی سبب ہے کہ آسمانی پانی زمین کے پانی کو اوپر کی طرف کھینچتا ہے۔ یہی رشتہ وحی اللہ اور عقل میں ہے۔ وحی اللہ یعنی الہام الٰہی آسمانی پانی ہے اور عقل زمینی پانی ہے اور یہ پانی ہمیشہ آسمانی پانی سے جو الہام ہے تربیت پاتا ہے اور اگر آسمانی پانی یعنی وحی ہونا بند ہو جائے تو یہ زمینی پانی بھی رفتہ رفتہ خشک ہو جاتا ہے کیا اس کے واسطے یہ دلیل کافی نہیں کہ جب ایک زمانہ دراز گزر جاتا ہے اور کوئی الہام یافتہ زمین پر پیدا نہیں ہوتا تو عقلمندوں کی عقلیں نہایت گندی اور خراب ہو جاتی ہیں۔ جیسے زمینی پانی خشک ہو جاتا اور سڑ جاتا ہے۔

"...........سو تم غور کر کے دیکھو کہ کیا خدا یہ محکم اور دائمی قانون قدرت نہیں کہ زمین کی تمام سرسبزی کا مدار آسمان کا پانی ہے۔ سو اس پوشیدہ قانون قدرت کے لئے جو الہام الٰہی کا سلسلہ ہے۔ یہ کھلا کھلا قانون قدرت بطور گواہ کے ہے۔ سو اس گواہ سے فائدہ اٹھاؤ اور صرف عقل کو اپنا رہبر مت بناؤ کہ وہ ایسا پانی نہیں جو آسمانی پانی کے سوا موجود رہ سکے۔ جس طرح آسمانی پانی کا یہ خاصہ ہے کہ خواہ کسی کنوئیں میں اس کا پانی

پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی طبعی خاصیت سے تمام کنوؤں کے پانی کو اوپر چڑھا دیتا ہے۔ ایسا ہی جب خدا کا ایک الہام یافتہ دنیا میں ظہور فرماتا ہے خواہ کوئی عقلمند اس کی پیروی کرے یا نہ کرے۔ مگر اس الہام یافتہ کے زمانہ میں خود عقلوں میں ایسی روشنی اور صفائی آجاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود نہ تھی۔ لوگ خواہ نخواہ حق کی تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور غیب سے ایک حرکت ان کی قوت متفکرہ میں پیدا ہو جاتی ہے سو یہ تمام عقلی ترقی اور دلی جوش اس الہام یافتہ کے قدم مبارک سے پیدا ہو جاتا ہے اور بالخاصیت زمین کے پانیوں کو اوپر اٹھاتا ہے جب تم دیکھو کہ مذاہب کی جستجو میں ہر ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ ابال آیا ہے تو اٹھو اور خبردار ہو جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی دل پر الہامی بارش ہوگئی ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 ص 430,429)

پانچواں شعر

آفتاب صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے کرتے ہیں پیار

شرح:۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا:۔

دیکھتے ہو کہ ہمیشہ آسمان سے روشنی اترتی اور زمین پر پڑتی ہے۔ اسی طرح ہدایت کا سچا نور آسمان سے ہی اترتا ہے۔ انسان کی اپنی ہی باتیں اور اپنی ہی اٹکلیں سچا گیان اس کو نہیں بخش سکتیں۔ کیا تم خدا کو بغیر خدا کی تجلی کے پا سکتے ہو؟ کیا تم بغیر اس آسمانی روشنی کے اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو؟ اگر دیکھ سکتے ہو تو شاید اس جگہ بھی دیکھ لو۔ مگر ہماری آنکھیں گو بینا ہوں تاہم آسمانی روشنی کی محتاج ہیں اور ہمارے کان گو شنوا ہوں تاہم اس ہوا کے حاجتمند ہیں جو خدا کی طرف سے چلتی ہے۔ وہ خدا سچا خدا نہیں ہے جو خاموش ہے اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر ہے۔ بلکہ کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا رہا ہے اور اب بھی اس نے یہی چاہا ہے کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دیوے۔ آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں۔ عنقریب صبح صادق ہونے والی ہے مبارک وہ جو اٹھ بیٹھیں اور اب سچے خدا کو تلاش کریں‘‘۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 ص 443)

اشتہارات

مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

حکم اطاعت اور جماعت احمدیہ

خدا نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے (حضرت مسیح موعود)

قرآن کریم میں خداتعالیٰ فرماتا ہے ۔اے ایماندارو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے فرمانرواؤں کی بھی اطاعت کرو۔ (النساء آیت:60)

پھر فرمایا:۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

(الاحزاب آیت:72)

اسی طرح ایک حدیث حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم سے بیعت کے وقت عہد لیا تنگی ہو یا آسائش، خوشی ہو یا ناخوشی ہر حال میں ہم آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے۔

(مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سنو اور اطاعت کو اپنا شعار بناؤ خواہ ایک حبشی غلام جس کا سر کشمش کے دانے جتنا ہو تمہارا افسر مقرر کر دیا جائے (یعنی جو بھی افسر ہو اس کی اطاعت کرو۔)

(بخاری کتاب الاحکام باب السمع و الطاعۃ)

اطاعت ایک ایسا حکم یا عمل ہے جس کے بغیر کوئی نظام چل نہیں سکتا کوئی پروگرام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔

جہاں اطاعت نہیں وہاں بگاڑ ہی بگاڑ ہے، فساد ہی فساد ہے اگر کسی نظام میں یا پروگرام میں اطاعت کی روح کارفرما ہو تو پھر مقاصد کے حصول آسان اور تکمیل پروگرام ممکن نظر آنے لگتے ہیں۔

اطاعت حقیقت میں ایک چشمہ ہے فیضان الٰہی کے حصول کا، خداتعالیٰ کا فضل اطاعت کی نالیوں سے ہوتا ہوا اس کے بندوں تک پہنچتا ہے۔ خداتعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے اس چشمہ سے احباب جماعت کو سیراب ہونے کی سعادت بخشی اور مرحلہ وار یہ جماعت اپنے قیام سے لے کر آج تک ہر میدان میں سرخرو ہونے کی توفیق پاتی رہی اور حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء سے خوشنودی کی سند حاصل کرتی رہی۔

ع ایں سعادت بزور بازو نیست

حضرت اقدس مسیح موعود اپنی جماعت کے

ہوں۔ نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے۔ میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے تیار۔''

(ملفوظات جلد اول ص223)

مامور زمانہ کی زبان مبارک سے یہ تعریف اور خوشنودی دراصل آسمانی سند اور سرٹیفکیٹ ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے اور اس قابل ذکر اور قابل فخر اعزاز کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

ایک اور موقعہ پر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''دیکھو نہ ہمارے واعظ ہیں نہ لیکچرار نہ انجمنیں ہیں مگر جماعت ترقی کر رہی ہے...... جو لوگ ہمارے عقائد کو بعد تحقیق قبول کر لیتے ہیں تو جان سے زیادہ ان کو عزیز جانتے ہیں۔ ایک نمونہ مولوی عبداللطیف ہیں کہ ہزاروں مرید رکھتے تھے، ریاست ان کی تھی، دولت بھی بے شمار تھی شاہی دستار بند تھے۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر موت قبول کی...... یہاں پنجاب میں بھی بہت سے لوگ...... ایسے کہ دو آنے روز محنت کر کے کماتے ہیں اور اس میں سے دو پیسے ہمیں چندہ دیتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، نمازوں کے پابند ہیں۔ خداتعالیٰ کے آگے تضرع اور ابتہال کرتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد سوم ص583)

اپنی جماعت کے اخلاص اور ارادت و محبت کی روح پر حیران ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔ ''میں دیکھتا ہوں کہ صدہا لوگ ایسے بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں جن کے بدن پر مشکل سے لباس بھی ہوتا ہے۔ مشکل سے چادر یا پاجامہ بھی ان کو میسر آتا ہے۔ ان کی کوئی جائیداد نہیں مگر ان کے لاانتہا اخلاص اور ارادت سے محبت اور وفا سے طبیعت میں ایک حیرانی اور تعجب ہوتا ہے جو ان سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی رہتی ہے یا جس کے آثار ان کے چہروں سے عیاں ہوتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 583)

جماعت احمدیہ کی بے مثال

''ایک طرف اگر خدا نے یہ خبر دی کہ وہ میرے ذریعہ دنیا میں (دین حق) کا نام روشن کرے گا تو دوسری طرف اس نے ایک غریب جماعت میں (دین حق) اور احمدیت کی اشاعت کے لئے وہ ایمان پیدا کر دیا جس کی مثال آج روئے زمین پر اور کوئی جماعت پیش نہیں کر سکتی...... ہماری جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے مگر جمعہ کے دن دو بجے میں نے یہ اعلان کیا اور ابھی رات کے دس نہیں بجے تھے کہ چالیس لاکھ روپیہ سے زیادہ کی جائیدادیں انہوں نے میری آواز پر خدمت (دین حق) کے لئے وقف کر دیں۔ جن میں پانچ سو سے زیادہ مربع زمین ہے اور ایک سو سے زیادہ مکان ہیں اور لاکھوں روپیہ کے وعدے ہیں...... خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو...... کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں۔ میں انہیں جلتے ہوئے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے ہوئے تنوروں میں کود کر دکھا دیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی، اگر خودکشی (دین حق) میں ناجائز نہ ہوتی تو میں اس وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔''

(الفضل ربوہ 18 فروری 1958ء)

احباب جماعت کا جذبہ فدائیت

امیر امان اللہ خاں شاہ افغانستان کے حکم سے کابل میں ایک فدائی اور مخلص احمدی حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کو 31 اگست 1924ء کو محض احمدی ہونے کی بنا پر سنگسار کر دیا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے احباب جماعت کے نام ایک پیغام میں اپیل کی کہ

''آؤ ہم اس لحہ سے یہ مصمم ارادہ کر لیں کہ ہم اس وقت تک آرام نہیں کریں گے جب تک ہم ان...... کی زمین کو فتح نہیں کر لیں گے......

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب نعمت اللہ خاں صاحب اور عبدالرحمن صاحب کی روحیں آسمان سے ہمیں ہمارے فرائض یاد دلا رہی ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ احمدیہ جماعت ان کو نہیں بھولے گی''۔

اس پیغام پر بہت سے مخلصین جماعت نے اپنے

''آج جو ایک خوش قسمت کے محبوب حقیقی کے ساتھ وصال کی خبر آئی تو جہاں دل میں ایک شدید درد پیدا ہوا وہاں یہ بھی تحریک ہوئی کہ تمہارے لئے یہ موقع ہے کہ اپنی ناکارہ زندگی کو کسی کام میں لاؤ اور اپنے تئیں افغانستان کی سرزمین میں حق کی خدمت کے لئے پیش کرو...... میں نے اپنے ذہن میں ان مصائب اور مشکلات کا اندازہ کیا جو اس رستہ میں پیش آئیں گی ......غور کے بعد میرے نفس نے یہی جواب دیا کہ میں...... اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے تئیں اس خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھ جیسے نابکار...... سے اللہ تعالیٰ یہ خدمت لے اور مجھے یہ توفیق عطا فرمائے کہ میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام اس کی رضا کے حصول میں صرف کر دوں تو اس سے بڑھ کر میں کسی نعمت اور کسی خوشی کا طلب گار نہیں...... جس وقت حضور حکم فرماویں افغانستان کے لئے روانہ ہونے کو تیار ہوں۔''

سید ولی اللہ شاہ صاحب نے اپنی درخواست میں لکھا۔ میرا نام بھی ان مجاہدین کی فہرست میں داخل فرمائیں۔ جو جام...... کے پینے کے لئے تیار ہو رہے ہیں''۔

مولوی عبدالمغنی خان صاحب نے درخواست دی کہ ''حضرت نعمت اللہ خاں...... کے واقعہ پر اگر حضور پسند فرمائیں تو میں اس امر کے لئے تیار ہوں کہ کابل جا کر...... موصوف کے قدم بقدم چل کر سنگسار کیا جاؤں''۔

مولوی ابوالعطاء صاحب فاضل نے درخواست پیش کی کہ ''حضور سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ گناہگار کو اس خدمت کے لئے قبول فرمایا جاوے اور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ کامل ایمان، استقامت اور ثبات عطا فرمائے''۔

منشی عبدالخالق صاحب کپور تھلوی نے لکھا۔ ''خادم کو مکرم برادرم مولوی نعمت اللہ خان صاحب کے...... پانے سے جدائی کا سخت صدمہ پہنچا ہے...... اب وہ جگہ...... کی کابل میں خالی ہے۔ لہٰذا امیدوار ہوں کہ اس جگہ پر کمترین کی پرورش فرمائی جائے اور کابل بھیج دیا جائے۔ شاید اسی راستہ سے اس نابکار کو وصال الٰہی ہو......

ان کے علاوہ کئی اور مخلصین نے اپنے تئیں اس خدمت کے لئے پیش کیا۔ مثلاً حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی، ماسٹر عبدالرحمن صاحب (سابق مہر سنگھ) ملک صلاح الدین صاحب، نذیر احمد علی صاحب، چوہدری بدرالدین صاحب مربی ملکانہ، غلام رسول صاحب افغان، احمد نور صاحب کابلی، میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی،

ایک ایمان افروز واقعہ

اعلان "مصلح موعودؓ" کے سلسلہ میں مورخہ 16/اپریل 1944ء کو دہلی میں جلسہ ہوا۔ معاندین سلسلہ نے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے جلسہ گاہ پر پتھروں کے ساتھ حملہ آور ہوئے جب ان کا رخ مستورات کی جلسہ گاہ کی طرف ہوا تو حضرت مصلح موعود نے ارشاد فرمایا کہ "عورتوں کی حفاظت کے لئے ایک سو آدمی چلے جائیں باقی سب بیٹھے رہیں۔ اگر تم میں سے کوئی کمزور دل ہو تو وہ نہ جائے اس کی بجائے میں جانے کے لئے تیار ہوں"۔

اس پر ایک معمر احمدی دوست ملک حسن محمد صاحب نے جوش سے کانپتے ہوئے عرض کیا "حضور جب تک ہم زندہ ہیں حضور کس طرح جا سکتے ہیں۔ دشمن جب ہماری ہڈیاں پیس کر رکھ دے تب حضور جا سکیں گے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 610)

تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔

اغیار کی آراء

جناب عبدالرحیم اشرف صاحب مدیر "المنبر" فیصل آباد نے مورخہ 2 مارچ 1956ء کے پرچہ میں لکھا:۔

"قادیانیوں نے گزشتہ پچاس سال میں اندرون اور بیرون ملک اپنی قومی زندگیوں کو قائم رکھنے اور قادیانی تحریک کو عام کرنے کے سلسلہ میں جو جدوجہد کی ہے اس کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ انہوں نے اس کے لئے ایثار و قربانی سے کام لیا ہے۔ ملک میں ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اس نئے مذہب کی خاطر اپنی برادریوں سے علیحدگی اختیار کی۔ دنیوی نقصانات برداشت کئے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں...... ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی عوام میں ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اخلاص کے ساتھ اس سراب کو حقیقت سمجھ کر اس کیلئے جان و مال اور دنیوی وسائل و علائق کی قربانی پیش کرتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بعض افراد نے کابل میں سزائے موت کو لبیک کہا۔ بیرون ملک دور دراز علاقوں میں غربت و افلاس کی زندگی اختیار کی"

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 16 صفحہ 535)

مسٹر سرت چندر بوس کے تاثرات

مسٹر سرت چندر بوس جو بابو سبھاش چندر بوس صدر آل انڈیا کانگریس کے بھائی تھے۔ انہوں نے احمدیہ مشن کلکتہ میں جماعتی اجلاس کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"جماعت احمدیہ میں بکثرت ایسے اہل علم، قربانی کرنے والے اور ایثار پیشہ اصحاب موجود ہیں جن کی متواتر سرگرمیوں کے باعث آپ کی جماعت کے بانی کی (دعوت) زمین کے آخری کناروں تک پہنچ چکی ہے"۔ (الفضل 23 مارچ 1938ء)

مولوی حبیب الرحمان صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار

"ہم میاں محمود کے دشمن ہیں۔ وہاں ہم اس کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ دیکھو اس نے اپنی جماعت کو جو کہ ہندوستان میں ایک تنکے کی مانند ہے کہا کہ مجھے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ چاہئے جماعت نے ایک لاکھ دے دیا۔ اس کے بعد گیارہ ہزار کا مطالبہ کیا تو اسے دگنا تگنا دے دیا"۔

(الفضل 26/اپریل 1935ء ص 4)

مولوی ظفر علی خاں صاحب

مولوی ظفر علی خاں صاحب نے 13 مارچ 1936ء کو مسجد خیرالدین امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"احرار یو کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے"۔

(ایک خوفناک سازش" مصنفہ مظہر علی اظہر ص 196)

سردار ارجن سنگھ ایڈیٹر اخبار "رنگین" امرتسر

مارچ 1935ء کے آخری ایام تھے۔ حضرت مصلح موعود کو ایک مقدمہ میں شہادت کے لئے تین دفعہ گورداسپور جانا پڑا۔ اس موقعہ پر ہزار ہا کی تعداد میں احمدیوں کا اپنے امام کا دیدار کرنے کے لئے حاضر ہونے کے جو ایمان افروز نظارے دیکھنے میں آئے ان سے متاثر ہو کر سردار ارجن سنگھ صاحب نے اپنی کتاب "خلیفہ قادیان" میں لکھا:۔

"یہ بات تو ظاہر ہے کہ مولوی .... کا دعویٰ ہے کہ وہ آٹھ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ ہیں۔ برخلاف اس کے خلیفہ قادیان کے تابعدار ایک لاکھ کے قریب ہوں گے۔ مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ان تاریخوں پر جب کہ خلیفہ صاحب شہادت دینے کے لئے آتے رہے۔ گورداسپور میں احمدیوں کی تعداد دس ہزار کے قریب ہوتی تھی۔ جب کہ دوسرے مسلمان شاید ایک سو بھی موجود نہ ہوتے تھے۔ اس سے خلیفہ صاحب اور مولوی صاحب کے اثر کا موازنہ ہو سکتا ہے کہ ایسی جماعت جس کے ارکان سارے پنجاب میں پچپن ہزار بیان کئے جاتے ہیں اپنے خلیفہ کے درشنوں کے لئے دس ہزار کی تعداد میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس جماعت کے جس کے ارکان صرف گورداسپور میں ہی دس ہزار سے زائد ہیں ایک سو بھی جمع نہیں ہوئے۔ حالانکہ مقدم الذکر صرف گواہ کی حیثیت سے آتے ہیں اور دوسرے بزرگ پر مقدمہ بھی چل رہا ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کا دعویٰ حقیقت سے کوسوں دور ہے اور خلیفہ صاحب کے مریدان کے حقیقی جاں نثار اور سچے دل سے وفادار ہیں۔

یہ منظر سبق آموز تھا

اس منظر کو دیکھنے سے دل پر ایک خاص اثر ہوتا تھا۔ میں خود آخری روز وہاں موجود تھا۔ مجھے رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ آخر اس شخص نے پہلی جون میں کون سے ایسے کرم کئے ہیں جن کے صلہ میں اسے یہ عقل کو حیران کرنے والا عروج حاصل ہوا ہے۔ میں ہی اس نظارہ کو دیکھ کر حیران نہ تھا۔ بلکہ میں نے دیکھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی (یہ) اثر لے رہے تھے۔ میں نے بازار میں لوگوں کو باتیں کرتے سنا کوئی ظاہر اً شان و شوکت کی تعریف کرتا تھا کوئی مریدوں کی عقیدت کو سراہ رہا تھا۔ کوئی جماعت کی تنظیم کی داد دیتا تھا۔ کوئی کہتا تھا آخر یہ گروہ عبادت میں اور اس کے احکام کی پیروی میں امتیاز رکھتا ہے۔ الغرض میں نے دیکھا کہ غیر احمدی مسلمانوں میں سے بہت سے تعریفیں کر رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے دلوں میں خاص اثر ہو رہا ہے۔

آخر یہ کیوں

میں حیران تھا کہ اپنے جیسے انسان کا درشن پانے کے لئے یہ ہزار ہا انسان جو سرگرداں پھر رہے ہیں کیا یہ تمام غلطی یا جعل سازی کا شکار ہو رہے ہیں جب کہ ان کی اکثریت تعلیم یافتہ ہے اور ان میں بڑے بڑے تجربہ کار اور جہاندیدہ بزرگ بھی موجود ہیں۔

میں سوچتا تھا کہ کیا جھوٹ اور فریب سالہا سال تک پھل لا سکتا ہے پچاس سال سے زائد عرصہ ہوا جب کہ اس فرقہ کے بانی نے اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اگر وہ محض فریب کار تھا تو کیا فریب میں یہ طاقت ہے کہ وہ نصف صدی تک بڑھتا اور پھولتا چلا جائے۔

یقیناً دھوکا بازی اور فریب کاری کی تو صرف اتنی ہی حیثیت ہوتی ہے کہ ع

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نے ماند

(خلیفہ قادیان ص 20 تا 23)

"لاعلاج" مریضوں کا علاج ہولز موپیتھی (جدید ہومیوپیتھی) سیکھیے
شارٹ کورسز: داخلہ جاری
ہومیو ڈاکٹر پروفیسر سجاد 31/55 علوم شرقی نور۔ ربوہ
047-6212694/0334-6372030

Woodsy... Furniture Chiniot
فرنیچر جو آپ کے مکان کو گھر بنا دے
Malik Center.Faisal Abad Road.
Tehseel Choak Chiniot. 92-47-6334620
Mobile:0300-7705233-300-7719510

طاہر کراکری سنٹر
سٹین لیس سٹیل کے برتن اور پلاسٹک کراکری
دستیاب ہے۔ نزد یو بلیس ہیمو تور ریلوے روڈ ربوہ

عمران سرجیکل ہسپتال اینڈ میٹرنیٹی ہوم
شفا دے شفا دے شفاؤں کے مالک
حمید ویلفیئر ٹرسٹ کا افتتاح ہو چکا ہے
سرجیکل سپیشلسٹ ڈاکٹر عمران نصر اللہ
بالمقابل رحیم ہسپتال گوجرخان
051-3515965-0300-9502657

قائم شدہ 1952ء
خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ربوہ
ریلوے روڈ 6214750 6214760
اقصیٰ روڈ 6212515 6215455
پروپرائٹر: میاں شریف احمد کامران
Mobile:0300-7703500

ربوہ میں ایک منفرد اور اعلیٰ ذائقے کا مرکز
علی تکہ شاپ
سیخی و شامی کباب، چکن تکہ کے ساتھ
پروپرائٹر: محمد اکبر
اقصیٰ روڈ ربوہ فون: 047-6212041

چلتے پھرتے بروکروں سے سیمپل اور ریٹ لیں۔
وہی ورائٹی ہم سے 50 پیسے یا 1 روپیہ کم ریٹ میں لیں
ہماری خواہش ہے کہ آپ کی لاعلمی کی وجہ سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔
اظہر ماربل فیکٹری
15/5 باب الابواب درہ سٹاپ ربوہ
فون فیکٹری: 6215713 گھر 6215219
پروپرائٹر: رانا محمود احمد موبائل: 0332-7063013

Homoeopathic Treatment Are Healthy
Intelligent & Strong
Dr.Mansoor Ahmad
D Faisal Town, Lahore : Ph 042-5161204

جماعت احمدیہ کی تاریخ ایک کامیاب تاریخ ہے

بچوں اور نوجوانوں کو اس تاریخ سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

حضور نے خطبہ جمعہ 9 فروری 1973ء میں فرمایا

جماعت احمدیہ ایک خاص مقصد کیلئے پیدا کی گئی ہے اور اس نے بہر حال اس مقصد کو حاصل کرنا ہے۔ بحیثیت فرد یا گروہ (یعنی جو چھوٹا سا گروہ جماعت میں پیدا ہو) ان کیلئے بعض دفعہ فکر کی بات پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ انفرادی طور پر کمزوری دکھا جاتے ہیں وہ خدا کی طرف رجوع کرنے کی بجائے بندوں کی طرف رجوع کر لیتے ہیں یا ایسا خیال ان کے دل میں گذرتا ہے لیکن ہمارا تو کامل توکل اپنے رب پر ہے ہمارا کامل بھروسہ اپنے ربّ پر ہے ہمارا مرجع ہمارا رب ہے اور رب کے علاوہ ہر چیز ہماری نگاہ میں لاشئی اور نیست ہے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہم خوش ہیں اسلئے کہ ہم اُسی کے فضل سے نہ کہ اپنے کسی عمل یا اپنی کسی قربانی کے نتیجہ میں خود کو اس کی گود میں پاتے ہیں۔

پس جو سارے عالمین کو پیدا کرنے والا اور ساری طاقتوں کا منبع اور سرچشمہ ہے جب اس کے ساتھ ہمارا تعلق ہے تو بے وقوف ہے وہ انسان جو یہ سمجھتا ہے کہ الٰہی سلسلہ اس کے رعب میں بھی آ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں آ سکتا اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ وبفضلہٖ کبھی آئے گا لیکن ہماری ذمہ داری بڑی ہے اور اس کی طرف بار بار توجہ دلانی پڑتی ہے۔ خصوصاً نوجوان نسل کو جنہوں نے حضرت مسیح موعود کا زمانہ نہیں دیکھا۔ بہت سے ایسے ہیں جن کے ذہنوں میں 1953ء کے حالات بھی نہیں ہوں گے۔ ہم اس وقت لاہور میں تھے (میں اپنی بات کر رہا ہوں یعنی مَیں اور میرے کچھ ساتھی) اور 1953ء میں حالات ایسے تھے کہ اگر کوئی احمدی اس وقت یہ کہتا کہ ظاہری حالات ایسے ہیں کہ ہم بچ جائیں گے تو ہم سمجھتے کہ اس کے دماغ پر اثر ہو گیا ہے کیونکہ ظاہری حالات ایسے نہیں تھے لیکن باطنی حالات ایسے تھے یعنی الٰہی تقدیر اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ جو انسان کو صرف دُنیا کی آنکھ رکھنے والے انسان کو نظر نہیں آتا وہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہمارا بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا۔ 1953ء میں اتنا ہنگامہ تھا کہ گویا ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ اَب اس پر بہت لمبا عرصہ گذر گیا یعنی بیس سال کے قریب گویا آج سے دس سال پہلے جو بچہ پیدا ہوا تھا اور آج دس سال کا ہے یا اُس وقت جماعت میں جو بچّے پیدا ہوئے تھے اور اب وہ بیس اکیس سال کے جوان ہیں ان کو تو اِن حالات کا پتہ نہیں اور نہ وہ سمجھ سکتے ہیں لیکن ان ہنگاموں کا نتیجہ یہی نکلا کہ 1953ء کے بعد جماعت ہر لحاظ سے سینکڑوں گُنا زیادہ ہو گئی۔

پھر حضرت مسیح موعود کے زمانہ کے حالات ہیں۔ واقعات وقت گذرنے کے ساتھ تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں کیونکہ وقت تو چل رہا ہے ٹھہرا ہوا نہیں اور **تاریخ کا جاننا اور خصوصاً اپنی تاریخ کا جاننا ہم سب کیلئے ضروری ہے کیونکہ کسی انسان یا کسی جماعت کی زندگی اپنے ماضی سے کلیتہً منقطع نہیں ہوتی۔ مجھے یہ احساس ہے کہ بہت سے احمدی گھروں میں سلسلہ کی تاریخ اور حضرت مسیح موعود کے زمانہ کے واقعات دہرائے نہیں جاتے حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب میں بعض جگہ خود ان واقعات کی تصویر کھینچی ہے۔ ان واقعات کو بچوں کے سامنے دہرانا چاہئے۔**

جماعت کی مخالفت میں دنیا کو اسّی سال ہو گئے ہیں اور جماعت کو اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کو حاصل کرتے ہوئے اسّی سال ہو گئے ہیں اور ان کوششوں کو بھی اسّی سال ہو گئے ہیں جو جماعت کو مٹانے میں لگی ہوئی ہیں اور ان ناکامیوں کو بھی اسّی سال ہو گئے ہیں جو ہر روز ان مخالفانہ حرکتوں کے نصیب میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ **ہماری یہ ایک معمور تاریخ ایک کامیاب تاریخ ہے۔** یہ نہیں ہے کہ آج میں نے یا جماعت کے کسی اور صاحب نے کھڑے ہو کر یہ باتیں بتا دیں بلکہ دنیا نے خدا تعالیٰ کے ہاتھ کی قدرت کے نظارے دیکھے ہیں اور خدائی طاقتوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے اور مشاہدہ کر رہی ہے۔ وہ جو اکیلا تھا اور کوئی اس کی قدر نہ پہچانتا تھا آج ساری دنیا میں اُس کی آواز گونج رہی ہے اور اُسی کی آواز گونج رہی ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں جو اس طرح ساری دنیا میں گونج رہی ہو۔

پس ان بچوں کو جو ہمارے لعل ہیں اور جن کی مثال ہیرے جواہرات سے دی جاتی ہے بلکہ جو جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی وجود ہیں ان کو ان کا مقام پہچاننے میں مدد دیا کرو اور ان واقعات کو اپنے گھروں میں بار بار دہرایا کرو۔

انسان بھول جاتا ہے وہ بعض دفعہ بعض دن کی بات بھی بھول جاتا ہے غرض جتنی کسی ذہن میں کسی بات کی اہمیت کم ہوتی ہے اتنی جلدی وہ اُسے بھول جاتا ہے۔ اب مثلاً ننانوے فیصد دوست یہاں ایسے ہوں گے جن کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ کل دو پہر انہوں نے کیا کھایا تھا کیونکہ ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس وقت انہوں نے کچھ کھایا اور اپنی بھوک کا مداوا کر لیا اور وہ کھانا ان کی جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کا ایک ذریعہ بن گیا۔ اس کے علاوہ اس کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں لیکن جو ہماری روح کی غذا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش اور اس کی رحمتوں کا نزول اس کو تو ہم نہیں بھول سکتے یعنی ایک طرف تو ہماری جسمانی غذا کے چند بے اہمیت لقمے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت اور اس کے پیار کے جلوے کہ جن سے زیادہ اہمیت رکھنے والی کوئی چیز نہیں اور ان کے درمیان دوسری چیزیں ہیں جتنی کسی چیز کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ وہ یاد میں رہتی ہے اگر کسی کے دماغ میں کوئی بات نہ ہو جس کیلئے ذکرّ کا حکم ہے تو وہ اسے یاد کس طرح رکھ سکتا ہے؟ مثلاً ایک بچہ ہے اس کے ذہن میں تو وہ واقعہ موجود ہی نہیں جو اس کی پیدائش سے پہلے یا اس کے شعور سے قبل واقع ہو چکا۔ چنانچہ سینکڑوں، ہزاروں بلکہ بے شمار ایسے واقعات ہیں، ایسے حقائق زندگی ہیں جن میں سے ہر حقیقت زندگی اللہ تعالیٰ کے پیار کا ایک جلوہ ہمارے سامنے رکھتی ہے اور اس میں تیزی پیدا ہو رہی ہے۔

ظاہر میں تو شدّت ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شدید القویٰ ہے لیکن اس دُنیا میں قبولیت کے لحاظ سے بھی اس کے اثر میں شدت پیدا ہو رہی ہے۔ ایک فرد واحد جس کو کہا گیا تھا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا جس کو کہا گیا تھا کہ اس کثرت سے تیری طرف خلائق کا رجوع ہوگا کہ راستے ہموار نہیں رہیں گے۔ اسکے علاوہ اور ہزاروں پیشگوئیاں ہیں۔ اب دیکھ لو اس کا نام اپنے گاؤں سے نکلا اور دنیا کے کناروں تک پہنچ گیا۔ حضرت مسیح موعود نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ براہین احمدیہ کی طباعت کے وقت میں امرتسر مطبع میں جاتا تھا تو راستے میں کوئی مجھے پہچانتا بھی نہیں تھا اور نہ کوئی پوچھتا تھا کہ یہ کون اور کیا کرنے جا رہا ہے اور مطبع کا مالک بھی میری پیشین گوئیوں کو پڑھتا تھا اور حیران ہوتا تھا کہ اس قسم کا انسان جس کو کوئی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میری طرف خلائق کا رجوع ہوگا اور میں مرجع عالم بن جاؤں گا اور میری آواز دُنیا میں گونجے گی براہین احمدیہ میں بہت سی بنیادی پیشگوئیاں ہیں جنہیں سن کر دنیا حیران ہوتی تھی اور تعجب میں پڑتی تھی اور آپ فرماتے ہیں کہ کسی کی نظر بھی میری طرف نہیں اٹھتی تھی ایک بظاہر غیر معروف وجود جو دنیا کی نگاہ میں غیر معروف تھا وہ اپنے پیدا کرنے والے رب کا آلہ کار بننے والا تھا جسے سوائے اس کے رب کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ آج دیکھو اس حالت سے اس کے رب نے اس کو نکال کر کیسی شہرت عطا فرمائی۔ اس وقت بھی ہماری اس مسجد میں باوجود اس کے کہ کچھ دوست کاموں کی وجہ سے کچھ بیماری کی وجہ سے یہاں نہیں بھی ہوں گے پھر بھی ہزاروں کی تعداد میں سامعین موجود ہیں۔

غرض جس کو کسی وقت ایک آدمی بھی نہیں پہچانتا تھا ایک مقام پر اس کے متبعین میں سے جمعہ کے وقت مسجد میں ہزاروں افراد جمع ہو گئے پھر مغربی افریقہ کے دورہ میں اس سے بڑے بڑے مجمعوں میں مَیں نے جمعہ کے خطبے دیئے صحیح تعداد تو مجھے یاد نہیں لیکن ہمارا خیال ہے کہ سالٹ پانڈ میں ایک جمعہ میں کم و بیش بیس ہزار کی تعداد میں احباب شامل ہوئے اور لیگوس میں ایک جمعہ میں کثیر تعداد میں احمدی احباب موجود تھے جو چھوٹا ہال تھا وہ بھرا ہوا تھا سکول کے کمرے بھرے ہوئے تھے درمیان کا صحن بھی بھرا ہوا تھا غرض وہاں آدم ہی آدم تھا اور وہ نمائندے تھے جماعت کے سب افراد تو نہیں تھے۔ پس جہاں تک خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمت کا سوال ہے اس کے بے شمار جلوے جماعت احمدیہ پر ظاہر ہو چکے ہیں لیکن کیا یہ بے شمار جلوے ہمارے ذہنوں میں اور ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں میں موجود رہتے ہیں جس کے بعد انسان اللہ تعالیٰ سے روگردانی نہیں کر سکتا اور جس کے بعد انسان کے دل میں سوائے خدا کے اور کسی کی قدر اور پیار باقی نہیں رہتا۔ **یہ باتیں گھروں میں اجتماعوں میں اور جلسوں میں اور جب ان کے بچے اکٹھے ہوتے ہیں دہرانی چاہئیں۔ اب اگلی نسل کو سنبھالنے کا وقت آ گیا ہے چھوٹے بچوں کو ایک ایک دو دو چھوٹے چھوٹے واقعات ایسے رنگ میں سمجھائے جائیں کہ وہ سمجھ جائیں اور چوتھی اور پانچویں اور اس سے بڑی جماعت والے بچوں کے لئے ان واقعات پر مشتمل کتابیں شائع ہونی چاہئیں اور بچوں کے لئے کافی مواد موجود ہے جس کا استعمال ہونا چاہئے۔**

اصل حفاظت کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے کیونکہ جو خدا نے کہا وہ پورا کر کے دکھایا اور پھر اس قدر نامساعد حالات میں کہ انسان کا دماغ اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس نے جو بشارتیں دیں وہ پوری ہو گئیں ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی یہاں تک کہ احمدیت اپنے مقصد کے قیام میں کامیاب ہو جائے اور یہ مقصد .... کا ساری دنیا میں غلبہ ہے۔ اس وقت تک یہ باتیں پوری ہوں گی **لیکن اپنے بچوں کو بتاؤ تو سہی کہ کیا واقعات گزر گئے خدا تعالیٰ کے پیار کے وہ حسین جلوے اور دُنیا پر خدا تعالیٰ کی طاقت کے وہ مہیب جلوے کہ جن کے نتیجہ میں خُدا نے ایک طرف جماعت کو اپنے سایۂ رحمت میں داخل کر لیا اور دوسری طرف مخالفوں کو خوف میں مبتلا کر دیا۔ یہ ایک دن کی روئداد تو نہیں ہے ہماری اسی سالہ زندگی ان واقعات سے بھری پڑی ہے** اس اثناء میں بعض لوگ وفات پا گئے۔ ان واقعات سے انسانی زندگی کا ہر لحظہ بھرا پڑا ہے لیکن کتنے بچے ہیں! جو ان کا علم رکھتے ان واقعات کا علم رکھنے کے بعد ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کی ہیبت بیٹھی ہوئی ہے اور جس کے نتیجہ میں ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے اور رجوع کرنے والے ہیں اور جس کی وجہ سے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے خوف نہیں کھاتے اور جس کے نتیجہ میں وہ سمجھتے ہیں کہ ہر خیر کا منبع اور ہر نیکی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس سے ہر قسم کی بھلائی مل سکتی ہے اور اس نے قرآن کریم کو اس لئے نازل کیا ہے کہ ہمیں اس سے ہر قسم کی خیر بھلائی اور نیکیاں ملتی رہیں اور جس نے اپنے بندوں کے لئے اس دنیا میں بھی ایک حسین جنّت کو پیدا کیا اور مرنے کے بعد بھی اس نے ایک حسین جنّت ہمارے لئے تیار رکھی ہوئی ہے۔

پس جب تک یہ ساری چیزیں نئی نسل اور نئی پود کے سامنے نہیں آئیں گی وہ اپنے مقام کو نہیں پہچانیں گے اور اپنی ذمہ داریوں کو نہیں نباہ سکیں گے اور ہر احمدی کو بڑوں اور چھوٹوں سب کو اپنی ذمہ داری نباہنی چاہیئے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے مقام کو پہنچانتے ہوں گے اور چونکہ چھوٹوں کو بھی اپنی ذمہ داری نباہنی چاہیئے اس لئے ہم امید رکھتے ہیں کہ ان کے ماں باپ ان کے کانوں میں ایسی باتیں ڈال کر انہیں اس قابل بنا دیں گے کہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں وہ اگر اپنے مقام کو نہیں پہچانیں گے تو اپنی ذمہ داریوں کو بھی نہیں پہچانیں گے اور اگر اپنی ذمہ داریوں کو نہیں پہچانیں گے تو خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں کے وارث نہیں بنیں گے جو ایک احمدی فرد اور احمدیہ جماعت کے لئے بحیثیت جماعت اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے پیار کا تو ایک سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے کچھ لوگ اس کے کنارے کھڑے اس سے ہر قسم کا فائدہ اٹھا رہے ہیں کچھ روحانی تیراک اس میں غوطہ زن ہیں اور اس کی تہہ میں سے ہر قسم کے موتی نکال رہے ہیں کچھ ذرا دور کھڑے ہیں جن کو کچھ شبہ ہے اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے پیار کا یہ ایک سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے لیکن جن کو اس کا کوئی تجربہ نہیں اس لئے کہ ان کے ماں باپ نے ان کی تربیت میں غفلت برتی اور اس وجہ سے وہ خدا تعالیٰ کے پیار سے محروم ہونے کے خطرہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ غرض جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبر کرنے والے ہیں ان کے لئے بشارتیں ہیں ان کے لئے صلوات برکتیں اور رحمتیں مقدر ہیں ان کے لئے انتہائی فلاح اور کامیابی مقدر ہے وہ ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان کا رجوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی زندگی کے ہر لمحہ کی حرکت ہے۔ خدا تعالیٰ کا پیار ہر آن ان پر ظاہر ہوتا اور اپنے حسن میں اپنے نور میں اور اپنی قدرت میں ان کو لپیٹ لیتا اور لپیٹے رکھتا ہے۔

پس دُنیا ہمارے دل میں کوئی خوف پیدا نہیں کر سکتی دنیا کی لالچ ہمیں اپنے محبوب آقا یعنی ربّ کریم سے دُور نہیں لے جا سکتی۔ دُنیا کے منصوبے ہمیں ناکام نہیں کر سکتے دنیا کی مخالفتیں ہماری راہ میں روک نہیں بن سکتیں دنیا کی تدابیر ہمیں اپنے رب کے پیار سے محروم نہیں کر سکتیں اور ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے اور ہماری یہ دعا ہے کہ ہماری نوجوان نسل اور پھر بعد کی نسلیں ہماری نوجوان نسلیں ہمیشہ اپنے مقام کو پہچانتی رہیں۔ اپنے رب کریم کے پیار کو حاصل کرتی رہیں اس کے دامن کو ہمیشہ پکڑے رکھیں اس کی رحمتوں کے ہمیشہ وارث بنے رہیں اور ان کے لئے جو جنّت تیار کی گئی ہے دُنیا کا کوئی حربہ ان کو اس سے محروم کرنے والا نہ ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور خدا کرے کہ ہم اپنے مقام کو کبھی نہ بُھولیں اور خدا کرے کہ اس کا نور ہمارے سروں پر ہمیشہ سایہ کرتا رہے اور اس کی رحمت کی چادر ہمیشہ لپیٹے رکھے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 10 / جولائی 1973ء خطبات ناصر جلد 5 صفحہ 38)

اشتہارات

مکرم فضل احمد صاحب شاہد

سلسلہ احمدیہ اور ہم

مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک جماعت کی بنیاد رکھی جو جماعت احمدیہ کہلاتی ہے۔ باقاعدہ اس طریق پر قیام سلسلہ کو 118 سال گزر چکے ہیں۔ لیکن اگر احمدیت کی تاریخ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیدائش سے شروع کیا جائے تو یہ مبارک تاریخ 173 سالوں پر محیط ہے۔ ہر مخلص احمدی جب اس دور پر نظر دوڑاتا ہے تو اس کے ذہن میں بیشمار باتیں ابھرتی ہیں۔ مثلاً

☆ تاریخ احمدیت کے اس دور میں بیشمار لوگوں نے سلسلہ کو مٹانے کی ہر ممکن کوششیں کیں۔

☆ جتنے بھی لوگ مخالفت کرتے رہے ان کو خداتعالیٰ نے بکلی ناکام ونامراد کیا۔ اس پہلو سے بھی ہماری تاریخ نشانوں سے بھرپور تاریخ ہے۔

وہ تمام لوگ جو اس سلسلہ کو پھیلانے اور اس کی اشاعت میں کوشاں رہے ان سب نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق احمدیت کی برکتوں سے بیشمار حصہ پایا اور پارہے ہیں۔ ان برکتوں کا شمار ممکن نہیں۔ حضرت مسیح موعود کیا ہی خوب فرماتے ہیں:۔

اس قدر مجھ پر ہوئیں تری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روز قیامت ہو شمار

☆ ایک اکیلا، بظاہر بے بس، ناتواں اور ہر قسم کے وسائل سے محروم فرد ساری دنیا کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاتا ہے اور اکیلے انسان کو ساری دنیا کی مخالفت، ڈرا نہ سکی۔ وہ کس قدر بہادر اور دلیر تھا، وہ کتنا بڑا پہلوان تھا۔ جسے ساری دنیا مل کر نہ ہرا سکی بلکہ خود ہی ہار گئی۔

☆ پھر ہمیں تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ عرش رب کریم نے اس مرد حق کی تائید میں قدم قدم پر تائید و نصرت کے نشان دکھلائے۔

☆ حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء نے ہمارے لئے اتنا قیمتی اور بیش بہا لٹریچر چھوڑا ہے جو ایک بحرذخار کی طرح ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک بہت بڑا انعام ہے اور لاتعداد برکات اپنے اندر رکھتا ہے اور ان علمی فیوض کا سلسلہ ابھی مسلسل جاری ہے۔

☆ اس موقعہ پر ہم سب کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لامتناہی احسانات کو دیکھ کر خداتعالیٰ کے شکر اور اس کی حمد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ یہ شکر اور حمد بجالاتے رہیں۔

عملی شکر کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں احسن انداز میں بجالائیں اس ضمن میں درج ذیل اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔

1۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود اور آپ کے ذریعہ قائم ہونے والے نظام خلافت سے ہمیشہ وابستہ رہیں اور اپنی اولاد در اولاد کو وابستہ کرتے چلے جائیں۔

2۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان مبارک وجودوں کے وسیع وعریض لٹریچر سے بھی چمٹے رہیں اور اپنی تشنگی بجھاتے رہیں اور اس طرف اولادوں کو بھی متوجہ کرتے رہیں۔

3۔ حضرت مسیح موعود کی آمد کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے زندہ خدا سے تعلق جوڑیں اور اپنے اندر سچی تبدیلی اور تڑپ پیدا کریں اور ایک ایسا تغیر پیدا کریں جو دنیا کو راہ حق کی طرف لانے والا ہو۔

4۔ اس وقت دنیا ظلم وستم کا شکار بن چکی ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم عدل وانصاف کو ساری دنیا میں جاری کریں اور اس پہلو سے عملی نمونہ میں اعلیٰ درجہ کے مخلص ثابت ہوں۔

5۔ جماعت احمدیہ اعلیٰ اخلاق کو قائم کرنے والی ہو۔ جماعت کو نہایت درد سے مخاطب ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اعلیٰ اخلاق کے قیام کے بارے میں فرمایا:۔

''کاش جماعت احمدیہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور (دین حق) کے کھوئے ہوئے متاع کو پھر واپس لائے اور پھر وہی اخلاق محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں میں دنیا دیکھے۔ جنہیں دیکھ کر انسان کو خداتعالیٰ نظر آجاتا ہے۔ وہ امین ہوں اور ایسے امین کہ خود بھوکے مر جائیں، بیوی بچے بھوکے مرجائیں لیکن دوسرے کی امانت میں خیانت نہ ہو۔ وہ سچے ہوں اور ایسے سچے کہ جان جائے، مال و دولت جائے، عہدہ جائے لیکن جھوٹ کا ایک لفظ زبان پر نہ آئے اور نہ آئے۔ وعدہ کریں تو جان کے ساتھ نباہیں اور ارادہ کریں تو سر ہتھیلی پر رکھ کر اسے پورا کریں''۔

(تفسیر کبیر جلد 3 ص 441,440)

ہم سب کو یہ جاننا چاہئے کہ ہم نے جس خدا کو پایا۔ اگر ہم وفا کا تعلق اس سے قائم رکھیں گے تو وہ یقیناً قیامت تک ہمیں اور ہماری نسلوں کو اپنی رحمتوں سے نوازتا رہے گا۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''اے لوگو! خدا سے ڈرو اور درحقیقت اس سے صلح کر لو اور سچ مچ صلاحیت کا جامہ پہن لو اور چاہئے کہ ہر ایک شرارت تم سے دور ہو جائے۔ خدا میں بے انتہا عجیب قدرتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا طاقتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا رحم اور فضل ہے۔ وہی ہے جو ایک ہولناک سیلاب کو ایک دم میں خشک کر سکتا ہے وہی ہے جو مہلک بلاؤں کو ایک ہی ارادے سے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر دور پھینک دیتا ہے مگر اس کی یہ عجیب قدرتیں ان ہی پر کھلتی ہیں جو اس کے ہی ہو جاتے ہیں اور وہی یہ خوارق دیکھتے ہیں جو اس کے لئے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اس کے آستانے پر گرتے ہیں اور اس قطرے کی طرح جس سے موتی بنتا ہے، صاف ہو جاتے ہیں اور محبت اور صدق اور صفا کی سوزش سے پگھل کر اس کی طرف بہنے لگتے ہیں۔ تب وہ مصیبتوں میں ان کی خبر لیتا ہے اور عجیب طور پر دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے انہیں بچا لیتا ہے اور ذلت کے مقاموں سے انہیں محفوظ رکھتا ہے۔ وہ ان کا متولی اور متعہد ہو جاتا ہے۔ وہ ان مشکلات میں جبکہ کوئی انسان کام نہیں آسکتا ان کی مدد کرتا ہے اور اس کی فوجیں اس کی حمایت کے لئے آتی ہیں۔ کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا کریم اور قادر خدا ہے پس کیا تم ایسے عزیز کو چھوڑ و گے؟ کیا اپنے نفس ناپاک کے لئے اس کی حدود کو توڑو گے؟ ہمارے لئے اس کی رضامندی میں مرنا، ناپاک زندگی سے بہتر ہے''۔

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 ص 342)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدیوں کو اپنی ذمہ داریاں احسن انداز میں ادا کرنے کی توفیق دے۔

سچی بات

ہیں زلزلہ زدگاں کوہ و دمن' ساحل پہ سمندر کی یلغار
ہے صورتِ امن واماں نہ کہیں، نے جائے پناہ در و دیوار

اس عالم افراتفری میں اک شخص نے دی دنیا کو صدا
میں حصن حصین اس دور کا ہوں ہے میرے پروں تلے جائے قرار

اس حال میں آؤ میری طرف اب میں ہوں حصارِ امن واماں
ہے تیرگیٔ شب چاروں طرف میں حاصلِ سلسلۂ انوار

اس شخص کی آنکھ کی آنے والے دور پہ بھی ہوتی تھی نظر
یوں جیسے آمنے سامنے آتے جاتے ہوں اس کے لیل و نہار

اس نے شہروں کو گرتے دیکھا اور آبادیوں کو ویران
اور نوح کے طوفاں کی بھی خبر دی کشتی نوح بھی کی تیار

اب مانے نہ مانے کوئی مگر ناہیدؔ تھی سچی بات وہی
جو اس نے کہی' جو ہم نے سنی' ظاہر بھی ہوئے جس کے آثار

عبدالمنان ناہیدؔ

اشتہارات

MB/FD-10/FR